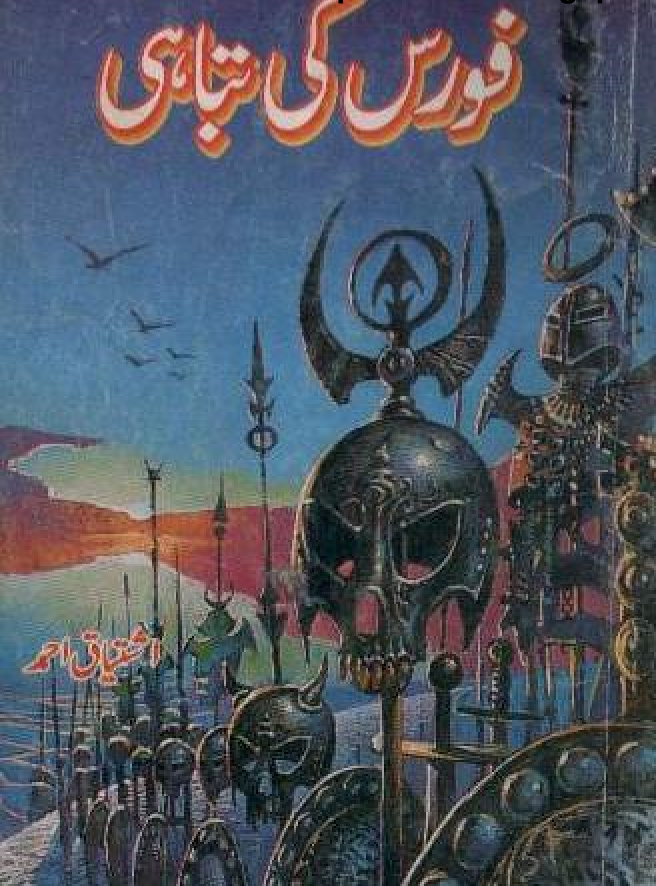


فورس کی تباہی
اشتیاق احمد

دو باتیں ....

السلام علیکم! آج تو یہ ہے کہ اب ناول لکھنے کو جی نہیں چاہتا... چاہتا ہوں، پرانے ناول دوبارہ شائع کر دیا کروں... اور آپ انہی کو نئے ناول خیال کر کے خرید لیا کریں اور پڑھ لیا کریں... میں جانتا ہوں... آپ ایسا نہیں کریں گے... اگر یقین ہوتا کہ آپ ایسا کریں گے تو میں فوری طور پر ایسا کر گزرتا... آپ کہتے یہ تو دن پرانا سودا... اور میں کتنا اور درویش کی صدا کیا ہے... گویا اس طرح میں درویش بن بیٹھتا... لیکن آج کل درویش بننا بہت آسان کام ہے... بس ایک جھاڑ جھنکار سی بے تحاشا بڑھی ہوئی... بے ہنگم سی، میلی کچیلی گندی سی ڈاڑھی... منہ پر سجا لو... ہاتھ میں ایک لکڑی کا ڈنڈا تیل ملا ہوا پکڑ لو... گہرے رنگ کے کپڑے پہن لو... کلائیوں میں کڑے پہن لو... ڈنڈے کو ان کڑوں پر مارتے رہو... اور حق ہو حق ہو کی صدا لگاتے ادھر ادھر گھومو پھرو... آپ ملنگ... میرا مطلب ہے درویش مشہور ہو جائیں گے... اور کچھ ہی دنوں میں آپ سن لیں گے... لوگ کہہ رہے ہوں گے... یہ بہت پہنچا ہوا ہے...

اس جملے کا مطلب جانتے ہیں آپ... میرے نزدیک اس کا مطلب یہی ہے... یعنی جہنم میں بہت پہنچا ہوا... اس لیے کہ ایسے درویش اسلام کو سر اسر ختم کرتے ہیں... اسلامی تعلیمات کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں... بلکہ مکمل طور پر اسلام کی نفی کرتے ہیں... اور درویش بنے پھرتے ہیں اور لوگ خیال کرتے ہیں... بس شاہ صاحب میں جو کرامات ہیں... وہ کسی اور میں کہاں... جو ان سے مل سکتا ہے... وہ اللہ کے پاس کہاں...

افسوس... صد افسوس... ہم کہاں پہنچ گئے ہیں... اسلام دشمنوں نے ہمیں کہاں پہنچا دیا... ہمیں اسلام کی ہوا تک سے محروم کر دیا... جی ہاں... جو لوگ ایسے ملنگوں کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں... وہ اسلام سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں بلکہ میں تو کہوں گا... وہ اسلام سے کیا ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں... اسلام انھیں اپنے سے خود الگ کر دیتا ہے... اور اس سے بڑی سزا کیا ہو گی... استغفراللہ

اشتیاق احمد

عجیب

"وہ رہا ایک اونچا کھجور کا درخت۔" فرزانہ پرجوش انداز میں چلائی۔

"پتا نہیں ان درختوں کو کیا ہے... جب دیکھو اونچے مل جاتے ہیں۔" فاروق نے برا سامنہ بنایا۔

"چلو چلو... نخرے نہ دکھاؤ... چڑھ جاؤ اللہ کا نام لے کر۔" محمود مسکرایا۔

"کبھی تم بھی چڑھ جایا کرو..." فاروق جھلا اٹھا۔

"حد ہو گئی... ارے بھئی... جب تم موجود ہو... تو میں کیا کروں گا چڑھ کر کیوں انکل۔" محمود خان رحمان کی طرف مڑا۔

"بات معقول ہے۔" وہ بولے۔

"یہ... یہ آپ کہہ رہے ہیں انکل... آپ محمود کا ساتھ دے رہے ہیں۔" فاروق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"نن نہیں... غلط کہہ گیا... بات نامعقول ہے۔"

"کیا کہا انکل... بات نامعقول ہے... تب پھر آپ نے پہلے اس کو معقول کیوں کہا۔" محمود نے انھیں گھورا... وہ گڑبڑا گئے۔

"واہ... پھنس گئے بے چارے خان رحمان..." پروفیسر داؤد ہنسے۔

"بھئی اب چڑھ بھی جاؤ... سورج غروب ہونے والا ہے... پھر یہاں پناہ کی جگہ تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا... وہ گھر سے سیر کا پروگرام لے کر چلے تھے اور طے یہ تھا کہ کسی کیس میں خود سے نہیں الجھیں گے... ہاں کوئی کیس خود گلے پڑ گیا تو اس کو دیکھ لیں گے... لیکن پہلے تو یہی کوشش کریں گے کہ گلے نہ پڑے... اور جانا تھا انہیں سونا گلی۔

سونا گلی ایک نہایت پرفضا پہاڑی مقام تھا... اس سے پہلے وہ کبھی وہاں نہیں گئے تھے... ان دنوں انہیں چھٹیاں تھیں... چنانچہ تینوں نے مل کر سیر کا پروگرام بنایا اور بڑوں کو شامل کر لیا... اس کے لیے انہوں نے پرانا طریقہ اختیار کیا تھا، یعنی پہلے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو گانٹھا... پھر انہوں نے انسپکٹر جمشید کو مجبور کر ڈالا۔ انسپکٹر جمشید نے اس پروگرام سے بچنے کے لیے خوب ہاتھ پاؤں مارے... لیکن ان پانچوں کے مقابلے میں ان کی ایک نہ چلی۔

لیکن پھر عجیب اتفاق ہوا... ان کی گاڑی کا ٹائر پھٹ گیا... ٹائر چڑھا کر آگے بڑھے تو دوسرا بھی پھٹ گیا... اب وہ آگے بڑھنے کے قابل نہیں رہے تھے... دو ہی طریقے تھے... یا تو وہاں کسی سے لفٹ لی جاتی اور وہ سونا گلی پہنچ جاتے... وہاں سے ٹائر مرمت کروانے کا انتظام کرتے... یا پھر رات وہیں کہیں ٹھہر جاتے... فاصلہ ابھی

نصف کے قریب طے ہوا تھا... انہوں نے یہی سوچا کہ آس پاس کہیں ٹھہر جاتے ہیں... صبح لفٹ لیں گے۔"

جس جگہ ان کی گاڑی رکی تھی... وہاں سڑک کے دونوں طرف درخت ہی درخت تھے... اور رہائش کے قابل کوئی جگہ دور دور تک نظر نہیں آ رہی تھی... لہٰذا انہوں نے فاروق کو کسی اونچے درخت پر چڑھ کر رات گزارنے کے قابل کسی جگہ کی تلاش میں نظریں دوڑانے کے لیے کہا...

فاروق بندروں کی سی پھرتی سے اوپر چڑھتا چلا گیا... یہاں تک کہ درخت کے عین اوپر پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا... پھر چلا اٹھا۔

"ارے! وہ مارا... اس طرف ایک عمارت ہے اور اس سے دھواں اٹھ رہا ہے..."

"آ جاؤ پھر نیچے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

گاڑی کو انہوں نے درختوں کے درمیان کھڑا کیا اور چل پڑے اس سمت میں... جلد ہی انہیں عمارت دکھائی دینے لگی...

"حیرت ہے... یہ تو جدید طرز کی عمارت ہے... کوٹھی نما... بلکہ محل نما... یہ یہاں جنگل بیابان میں اس قدر شاندار کوٹھی کس نے بنوائی... اسے یہاں رہنے کی کیا سوجھی..."

"انسپکٹر جمشید۔" پروفیسر چلائے۔

"خدا کے لیے جمشید..." خان رحمان گھبرا گئے۔

"کیا ہوا؟"

"ہوائی ہو گی کسی نے... ہمیں کیا... ہمیں تو بس رات گزارنا ہے اور پھر آگے چلیں گے... لہٰذا کوئی سوال ذہن میں نہ لاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ مسکرائے۔

لمحہ بہ لمحہ وہ نزدیک ہوتے چلے گئے... اچانک کوئی سخت سی چیز فاروق کی پیشانی میں زور سے لگی... وہ چلا اٹھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"ہاہاہا... دیکھا میرا نشانہ... کتنا زبردست ہے۔"

انہوں نے کسی لڑکی کے ہنسنے کی آواز سنی اور ادھر دیکھا تو وہ ایک درخت کے پتوں میں چھپی نظر آئی... اس کے ہاتھ میں غلیل تھی... اس کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہو گی۔

"یہ کیا حرکت تھی۔" فاروق جھلا اٹھا۔

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میرے نشانے میں پختگی آئی ہے یا نہیں۔"

"حد ہو گئی... کیا اس کے لیے کسی کی پیشانی کو نشانہ بنانا ضروری ہے... آپ کوئی چیز رکھ کر اس پر نشانہ لگا سکتی تھیں۔"

"وہ تو میں کرتی رہتی ہوں... لیکن جو مزا اس وقت آیا ہے... کسی چیز پر نشانہ لگانے کا وہ مزا نہیں آتا۔"

"تب پھر مجھے بھی اجازت دیں... میں بھی اپنا نشانہ آزما لوں ذرا۔" یہ کہہ کر فاروق نے وہی گولی اٹھا لی... جو غلیل میں رکھ کر اس

نے ماری تھی... گولی شیشے کی تھی... اس جیسی گولیوں سے بچے عام طور پر کھیلتے نظر آتے ہیں۔

"ارے... تو کیا آپ بھی اپنا نشانہ آزمانا چاہتے ہیں۔"

"اب تو آزمانا پڑے گا۔" فاروق نے جل کر کہا... باقی لوگ مسکرا رہے تھے... فاروق کی پیشانی پر ایک گولا سا ابھر آیا تھا۔

"لیکن آپ کے پاس تو غلیل نہیں ہے۔"

"اس کے لیے یا تو آپ اپنی غلیل دے دیں... یا پھر میں بغیر غلیل کے کام کروں گا۔"

"نہیں... غلیل لے لیں... ورنہ آپ کہیں... میرا نشانہ اس لیے ٹھیک نہیں بیٹھا کہ غلیل کے بغیر لیا گیا تھا۔"

"اگرچہ میں یہ نہ کہتا... لیکن پھر بھی آپ غلیل پھینک دیں۔"

اس نے غلیل نیچے گرا دی... فاروق نے اٹھا کر گولی اس میں رکھی اور ربڑ کو کھینچا... نشانہ اس نے بھی لڑکی کی پیشانی کا لیا تھا۔

"نہیں فاروق..... بری بات۔" انسپکٹر جمشید نے اسے ڈانٹا۔

"ان کی بات بھی اچھی نہیں تھی۔"

"لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب تم ان کی پیشانی رنگ دو۔"

"فکر نہ کریں انکل... یہ بے چارے نشانہ نہیں لے سکیں گے۔"

"کیا مطلب؟" فاروق چیخا۔

"میری پیشانی کا نشانہ آپ نہیں لے سکیں گے۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"تجربہ کر لیں۔"

"نہیں فاروق... پیشانی زخمی ہو جائے گی۔"

"اور آپ نے ان کی حرکت نہیں دیکھی۔"

"یہ تم سے معافی مانگ لیں گی..."

"خیر یہ تو نہیں ہو گا۔" لڑکی فوراً بولی۔

"کیا نہیں ہو گا۔" انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"میں ان سے معافی ہرگز نہیں مانگوں گی۔"

"دیکھا آپ نے... اب غلیل چل جانے دیں۔"

"اچھی بات ہے... یہ معاملہ تو پھر شاید اسی طرح برابر ہو گا... تاہم فاروق... تم زیادہ زور سے ربڑ نہیں کھینچو گے۔"

"آپ پھر ان کو رعایت دے رہے ہیں... انہوں نے پوری طرح ربڑ کھینچ کر گولی ماری تھی۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اس میں شک نہیں۔" لڑکی چہکی۔

"آپ نے سنا۔" فاروق بھنا کر بولا۔

"ہاں! سنا... لیکن تم میری ہدایت پر عمل کرو گے۔" ان کے لہجے میں سختی تھی۔

"نہیں انکل... اس طرح مزا نہیں آئے گا۔" لڑکی نے پکار

کر کہا۔

"کس طرح۔"

"اس طرح کہ یہ رعایت کریں... انہیں پوری طرح نشانہ لینے دیں... پورے زور سے ربڑ کھینچنے دیں... پھر یہ گولی چھوڑیں۔"

"پیشانی سے خون نکل آئے گا اور میں اس کو پسند نہیں کروں گا۔"

"آپ کے پسند کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے... یہ ہمارا علاقہ ہے... ہماری حدود میں... آپ تو یہاں اجنبی ہیں... ہم جس طرح چاہیں گے، آپ کے ساتھ سلوک کریں گے..." لڑکی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... ہم سمجھے نہیں۔" خان رحمان چونکے۔

"آپ اس وقت ہمارے علاقے میں ہیں... ہم آپ کے ساتھ جو چاہیں، سلوک کر سکتے ہیں۔"

"کیا یہ کوئی ریاست ہے۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"ارے نہیں... لیکن یہ زمین... یہ سارا علاقہ میرے بابا کا خریدا ہوا ہے... اور وہ اس جگہ کے مالک ہیں... آپ اس وقت ہماری خریدی ہوئی زمین پر کھڑے ہیں... آپ یہاں آئے کیسے... آپ کو تو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"ہمیں راستے میں کہیں لکھا نظر نہیں آیا کہ یہ پرائیویٹ علاقہ ہے۔"

"ہائیں... تو کیا ڈبو پھر دوڑ اٹھا کر کہیں پھینک آیا۔" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ ڈبو کون صاحب ہیں۔"

"ابھی ملواتی ہوں۔" لڑکی نے ہنس کر کہا... پھر اس نے دونوں ہاتھوں کو ہونٹوں کے گرد رکھ کر زور سے آواز دی:

"ڈبو... کہاں ہو تم... یہ بن بلائے مہمان تمہیں بلاتے ہیں۔"

اس کی آواز دور تک جاتی محسوس ہوئی... فوراً ہی انہوں نے خوفناک غراہٹ کے ساتھ کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سنی... آواز بہت تیزی سے نزدیک آ رہی تھی... اچانک انہوں نے ایک خوفناک کتے کو شیر کی طرح آتے دیکھا... وہ گھبرا گئے۔

"ارے ارے... روکو اسے..." فاروق مارے خوف کے چلایا۔

"ہاہا... ہاہاہا... ڈر گئے نا... اس سے تو اچھے اچھے ڈر جاتے ہیں۔"

اتنے میں کتا بالکل نزدیک آ گیا... وہ واقعی بہت خوفناک اور خطرناک نظر آ رہا تھا...

"ڈبو! رک جاؤ... خبردار... یہ میرے شکار ہیں... پہلے میں ان سے مقابلہ کروں گی... اگر میں ان سے شکست کھا گئی تو پھر تمہاری باری آئے گی... اور اگر تم بھی ہار گئے... تو ڈیڈی کی باری

آئے گی... اول تو میں ہی ان کے لیے کافی ہو جاؤں گی۔"

"کیا مطلب... کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے بری طرح چونک کر کہا۔

"کیا میں کچھ غلط کہہ گئی۔"

"ہم یہاں کسی مقابلے کے لیے نہیں آئے... نہ ہماری آپ سے کوئی دشمنی ہے... گولی بھی آپ کی طرف سے چلائی گئی تھی... اب بھی ہم گولی نہیں چلانا چاہتے... آپ ہی ضد کر رہی ہیں... لہٰذا مقابلہ کیسا... آپ نے اگر ہماری آمد کو برا محسوس کیا ہے تو ہم یہیں سے لوٹ جاتے ہیں... دراصل ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی... ہم اس طرف آ گئے کہ شاید کوئی مدد مل سکے۔"

"یہ سب باتیں بعد میں... پہلے غلیل سے نشانہ لیں... یاد رکھیں... اگر ان کا نشانہ فٹ نہ بیٹھا... میری پیشانی سے خون نہ بہا تو میں ڈبو کو نہیں روکوں گی... بلکہ اسے آپ پر حملہ کرنے کا حکم دوں گی اور یہ میری باتیں اس طرح سمجھتا ہے... جیسے ایک انسان دوسرے کی باتیں... آپ نے دیکھ ہی لیا ہو گا کہ میرے رک جاؤ کہتے ہی اس نے خود کو اس طرح روکا تھا جیسے کسی گاڑی کو بریک لگائے ہوں۔"

"ہاں واقعی... اور یہ دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی تھی۔" خان رحمان بولے۔

"صرف آپ کو حیرت ہوئی تھی... باقی لوگوں کو کیوں

حیرت نہیں ہوئی تھی؟"

"ہمیں بھی حیرت ہوئی تھی... فکر نہ کریں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حیرت ہے... آپ مسکرا رہے ہیں... میرا خیال تھا، اب آپ لوگ خوف کی وجہ سے مسکرا نہیں سکیں گے۔"

"بس یونہی... جھوٹ موٹ کا مسکرا رہے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"مم... میں۔" فرزانہ نے کچھ کہنا چاہا۔

"ہاں! کہو فرزانہ۔"

"وہ محسوس کر رہی ہوں۔" اس نے دبی آواز میں کہا، لہجے میں خوف تھا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔" انسپکٹر جمشید پھر مسکرائے۔

"کک... کیا مطلب... کیا آپ بھی..." فرزانہ کانپ گئی۔

"ہاں!" یہ کہتے ہوئے انہوں نے پستول نکال لیا۔

"ارے! یہ کیا... آپ نے تو نکال لیا پستول... اب آئے گا مزا... اب ہو گا مقابلہ۔" لڑکی اور خوش ہو گئی۔

"یہ پستول آپ کے ڈبو کے لیے ہے... اگر اس نے اپنی جگہ سے حرکت کی تو میں اس پر گولی چلا دوں گا۔"

"ایسی گولیوں کی پروا کرنے والا ڈبو نہیں۔" لڑکی گنگنائی۔

"حد ہو گئی... کیا یہ صاحب پستول کی گولیوں کی بھی پروا

نہیں کرتے۔"

"بالکل نہیں... ابھی آپ کا ان سے تعارف نہیں... میرا مطلب ہے... ان کا آپ سے تعارف نہیں... اور یہ تعارف صرف عملی ہوتا ہے... زبانی نہیں۔"

اس کی باتیں ان پر ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ اچھی بھلی پڑھی لکھی ہے... اور بہت اچھا بول لیتی ہے...

"میں تیار ہوں... گولی چلانے کے لیے۔" فاروق پکارا۔

"میں بھی تیار ہوں۔" لڑکی ہنسی۔

"اور میں ایک بار پھر کہتا ہوں.. آپ خود پر گولی نہ چلوائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ تو خیر نہیں ہو گا۔"

"او کے.. فاروق بسم اللہ کرو... اب کوئی رعایت نہ کرنا۔"

"اور میں نے ان سے کسی رعایت کی بھیک مانگی بھی نہیں۔" لڑکی نے جل کر کہا۔

"لیکن یہ مقابلہ برابر کا پھر بھی نہیں ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"جب آپ نے گولی چلائی تھی، اس وقت ہمارا ساتھی زمین پر تھا اور بے خبر تھا... آپ جب کہ درخت پر ہیں... مزا تو تب ہے.. کہ آپ نیچے زمین پر آ کھڑی ہوں اور پھر ہمارا ساتھی غلیل چلائے۔"

"کوئی اعتراض نہیں... یہ لیں... میں نیچے آ گئی۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دھم سے نیچے آگئی... وہ حیرت زدہ رہ گئے... کیونکہ درخت بہت اونچا تھا اور وہ اس کے بالکل اوپر والے حصے پر تھی... وہیں سے اس نے سیدھی چھلانگ لگائی تھی... اور اس قدر اونچائی سے چھلانگ لگاتے ہوئے شاید محمود، فاروق اور فرزانہ گھبرا جاتے...

"یہ مقابلہ برابر کا اب بھی نہیں ہے... جب آپ نے غلیل چلائی تھی... اس وقت ہمارے ساتھی کو بالکل پتا نہیں تھا۔" خان رحمان پکار اٹھے۔

"تب پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔" انھوں نے لڑکی کے چہرے پر الجھن صاف دیکھی۔

"پہلے آپ نشانہ لے کر دکھائیں..."

"گویا میں ایک بار پھر ان کی پیشانی چھوڑ دوں۔" لڑکی ہنسی۔

"اب ان کی نہیں... ان کی پیشانی چھوڑیں۔" انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو آگے کر دیا... لڑکی مسکرائی... اور بولی۔

"اوکے... غلیل ادھر پھینک دیں۔"

فاروق نے غلیل اس کی طرف پھینک دی... پھر گولی اچھال دی۔

"گولیاں میرے پاس اور ہیں..." اس نے کمر پر کسی پٹی کی طرف اشارہ کیا۔ انھوں نے دیکھا... چمڑے کی پٹی میں گولیاں رکھنے کے لیے خانے بنے ہوئے تھے... گویا یہ اس کا مستقل شوق تھا...

اور پھر اس نے فرزانہ کی پیشانی کا نشانہ لیا... ادھر فرزانہ بالکل تیار تھی... جونہی لڑکی کا ہاتھ حرکت میں آیا... فرزانہ اپنی جگہ سے اچھلی۔

ایک دو تین

لڑکی کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... اس ک
رنگ اڑ گیا... شاید اس نے اپنا نشانہ پہلی بار چوکتے دیکھا تھا... اس ن
بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"یہ جیسے بھی ہو سکتا ہے... اب آپ اپنی پیشانی کو بچانے ک
کوشش کریں... غلیل چلانے کی باری اب ہماری ہے۔" انسپکٹر جمشی
نے سرد آواز میں کہا۔

لڑکی ان کے لہجے پر ایک بار پھر چونکی... لیکن فوراً ہی اس
نے خود کو سنبھال لیا اور پہلے جیسے شوخ لہجے میں بولی۔

"اوہ ہاں... کیوں نہیں... یہ لیں... غلیل اور گولیاں۔"

"ایک گولی کافی ہو گی..." فاروق مسکرایا۔

"ایک ہی لے لیں..." اس نے منہ بنایا... اب اس کی شوخ
رخصت ہوتی محسوس ہو رہی تھی... اور شوخی کی جگہ غصہ لیتا جا
تھا۔"

فاروق نے گولی غلیل میں رکھ لی... اور اس کی پیشانی کا نشا

لے لیا... یہ دیکھ کر ڈبو زور سے بھونکا... گویا وہ فاروق پر حملہ کرنا
چاہتا تھا۔

"نہیں ڈبو... ابھی نہیں۔" لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر اس سے
کہا۔

پھر فاروق نے گولی چلا دی... لڑکی نے بچنے کے لیے پر
تولے تھے... اور چھلانگ بھی لگائی تھی... لیکن اس کے باوجود گولی
اس کی پیشانی پر ہی لگی... اور انہوں نے خون بھی نکلتے دیکھا۔

لڑکی کی چیخ بہت لمبی اور ہولناک تھی... ان کے دل دہل
سے گئے۔

"ڈبو... چیر پھاڑ دو انہیں..." لڑکی چلائی۔

ڈبو تیر کی طرح اونچا اٹھا، پھر ان کی طرف نیچے گرتا نظر
آیا... لیکن ابھی فضا میں تھا کہ اس کی پیشانی پر انسپکٹر جمشید کے پستول
سے نکلنے والی گولی لگی۔

وہ دہشت ناک انداز میں دھاڑا... گرا اور بری طرح تڑپنے
لگا... جلد ہی اس نے دم توڑ دیا۔

لڑکی اپنی پیشانی کو بھول گئی... اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ... یہ کیا... ڈبو مر گیا... ڈبو مر گیا... نن نہیں... نہیں...
ڈبو نہیں مر سکتا... ڈبو نہیں مر سکتا۔" یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ
کر رونے لگی۔

ایسے میں انہوں نے ایک بوڑھی آواز سنی:

"کیا ہوا میری جی... کیا ہو گیا کہ آج میں تمہارے رونے کی آواز سن رہا ہوں... میں نے تو خیال کیا تھا... تم رونا بھول چکی ہو، اور اب زندگی بھر کبھی نہیں روؤ گی..."

انہوں نے سفید بالوں والے ایک بوڑھے کو درختوں کے درمیان سے نکل کر آتے دیکھا، وہ درمیانے قد کا ایک دبلا پتلا سا آدمی تھا... سر کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے... لیکن سر بالوں سے بھرا ہوا تھا۔

لڑکی نے جونہی اس کی آواز سنی... وہ اٹھ کر اس طرف گئی اور اس کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ڈیڈی... میرا ڈو... میرا ڈو۔"

"اوہو... ہو کیا گیا ہے... ڈو کو۔"

اب بوڑھے نے ادھر ادھر دیکھا اور ڈو کی لاش کو دیکھ کر کانپ سا گیا... پھر اس کی نظریں ان پر پڑیں اور چپک کر رہ گئیں۔

"یہ آپ لوگوں کا کام ہے۔"

"ہاں جناب! لیکن اس میں قصور ہمارا نہیں۔"

"اس کا فیصلہ آپ نہیں... میری بیٹی کرے گی۔" اس نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب جناب... ہم سمجھے نہیں۔"

"آپ کو کیا سزا دی جائے گی... یہ فیصلہ شملی کرے گی۔"

"شملی... آپ اس لڑکی کو کہہ رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے

پوچھا۔

"ہاں میری بیٹی شملی... آج میں اس کی آنکھوں میں پھر آنسو دیکھ رہا ہوں... جب کہ میرا خیال تھا کہ میں نے اس سے رونے کا طریقہ چھین لیا ہے... جب اس کی ماں مری تھی... اس وقت یہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی... اس روز میں نے فیصلہ کیا تھا... اب میری بیٹی کبھی نہیں روئے گی... اسے ایسے مشغلوں میں الجھایا جائے کہ یہ رونا بھول جائے... لیکن تم لوگوں نے اسے پھر سے رونا یاد دلایا۔"

"اس میں بھی ہمارا کوئی قصور نہیں۔"

"اس کا فیصلہ آپ نہیں... میری بیٹی کرے گی۔"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر آپ ذرا جلدی سے پوچھ لیں۔"

"میری جی... ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔"

"شوٹ... شوٹ۔ ڈیڈی شوٹ۔"

"بہت خوب! آپ لوگوں نے سنا... میری بیٹی نے آپ لوگوں کی موت کا فیصلہ سنایا ہے..."

"تو عمل کریں..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کرنا ہوگا... ورنہ یہ ناراض ہو جائے گی۔"

"تب اب آپ ذرا جلدی کریں۔"

"کیوں ضرور نہیں۔"
یہ کہہ کر بوڑھے نے ان سب کی طرف اپنا پستول کر د
"ایک دو تین۔" اس نے خبردار کرنے کے انداز میں کہ
پھر اس کا پستول گولیاں اگلنے لگا۔

اور پھر پستول خالی ہو گیا... وہ ادھر ادھر لڑھکتے رہے تھے
اور درختوں کی اوٹ لے چکے تھے... پستول خالی ہونے پر بوڑھے نے
چاروں طرف دیکھا:

"یہ کیا... یہ میرا پستول تھا یا سلیمانی ٹوپی... وہ سب تو غائب
ہو گئے... یعنی ادھر وہ مرے، ادھر ان کے لاشے غائب ہو گئے۔
ہاہاہا... تم نے دیکھا بیٹی۔"

"نہیں۔" لڑکی کی آواز ابھری۔

"کیا کہا... نہیں۔" بوڑھا چونکا۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... نہیں... دیکھا۔"

"لیکن کیوں نہیں دیکھا... میں نے اتنی گولیاں چلائیں...
اور تم نے دیکھا تک نہیں۔"

"ہاں! نہیں دیکھا... یہ لوگ درختوں کے پیچھے زندہ
سلامت ہیں... آپ اب بوڑھے ہو گئے ہیں... ریٹائر... اب میں یہ
کام اپنے بھائی سے لوں گی... جوزی... تم کہاں ہو... ہم یاد کرتے
ہیں۔" اس نے گنگنا کر کہا۔

"میں آگیا ہے جی... بابا سے اتنی مرتبہ کہا... اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں... لہٰذا ختم۔" انھوں نے ایک جوان کی چیختی آواز سنی۔

"جی نہیں... میں بوڑھا نہیں ہوا... میں نے ان کی پھرتی کا غلط اندازہ لگایا تھا... ایک موقع اور دے جی... ایک موقع اور۔"

"یہ فیصلہ بھائی کرے گا... میں نہیں... کیوں جوزی... تم اس بوڑھے کو ایک موقع اور دینا پسند کرو گے..."

"اوہ ہاں! کیوں نہیں... میں اپنا پستول دے دیتا ہوں، اب یہ اس کی قسمت..." نوجوان نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... کیا کس کی قسمت۔" خان رحمان چونکے۔ انھوں نے اس لمحے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس کیے۔

"آپ کو کیا ہوا انکل۔"

"ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے... یہ... یہ بوڑھوں کی بستی ہے... میں نے اس کے بارے میں منور علی خان سے سنا تھا۔"

"کیا... کیا... بوڑھوں کی بستی۔"

"ہاں! بوڑھوں کی بستی... ان کا سردار یا سربراہ صرف وہ ہو سکتا ہے... جو سب سے زیادہ طاقت ور، سب سے زیادہ نشانے باز ہو... اور جو سربراہ ذرا کمزور ہوا... وہ گیا کام سے۔" انھوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"گیا کام سے... یعنی ہو گیا ریٹائر۔"

"جی نہیں... یہی تو مسئلہ ہے... وہ کام سے گیا... کا مطلب ریٹائر ہونا نہیں... اور ریٹائر ہونے کا مطلب بھی ریٹائر ہونا نہیں... زندگی سے جانا ہے۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں جمشید... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

وہ سب مسکرا دیے... ادھر انھوں نے دیکھا... ایک انتہائی طاقت ور، لمبا چوڑا جوان میدان میں آگیا تھا...

"یہ لو بوڑھے... یہ رہا پستول..."

"لل... لیکن... وہ اب میرے سامنے نہیں ہیں۔" بوڑھا کانپ کر بولا۔

"تم لوگ سامنے آجاؤ... اگر تم میں ذرا بھی غیرت ہے۔" انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...

"اب خان رحمان... اب کیا کریں... سامنے آتے ہیں تو بوڑھا مارا جاتا ہے۔"

"ہم سامنے نہیں جائیں گے... وہ اس صورت میں بھی مارا جائے گا... چلو جمشید... اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

وہ درختوں کی اوٹ سے نکل کر ان کے سامنے آگئے۔

"واہ... یہ تو بہت آسان شکار ہے۔" نوجوان ہنسا۔

"لیکن بوڑھے کے لیے نہیں۔"

"یہ اس کی قسمت۔"

"نن نہیں۔" بوڑھا چلا اٹھا۔

"اب نہیں یا ہاں کہنے سے کچھ نہیں ہو گا... شکار سامنے ہے... پستول ہاتھ میں... خوب نشانے لے لے کر فائر کرو... ہم منع نہیں کر رہے... دل کی بھڑاس نکال لو... لیکن اگر تم انہیں ختم نہ کر سکے... تو پھر ریٹائر... کیوں بے ٹی۔"

"بالکل۔" اس نے فوراً کہا۔

"اور پھر میں سردار۔"

"اس میں کیا شک ہے..." لڑکی ہنسی۔

"نن نہیں۔" بوڑھا لرز گیا۔

"اب فائر کرو... وقت نہ ضائع کرو... تم اپنی موت کو ٹال نہیں سکتے۔"

"ٹھہرو... کیا یہ پاگلوں کی بستی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"نن نہیں... یہ بوروں کی بستی ہے۔" بوڑھا بول اٹھا۔

"آہا... تب تو میں ٹھیک سمجھا تھا... انسپکٹر جمشید... ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں... منور علی خان کی یہی ہدایت ہے۔"

"کیا مطلب... منور علی خان... کک... کون منور علی خان... کہیں تم اس شکاری کی بات تو نہیں کر رہے۔" جوزی زور سے اچھلا۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ تو اپنے منور علی خان کو جانتے ہیں... حیرت ہے... کمال ہے۔" پروفیسر داؤد حیرت زدہ رہ گئے۔

"اوہ... تو تم اس کے دوست ہے... اس شکاری کے۔" بوڑھے نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں آپ کے لیے خوشی کی کیا بات ہے۔"

"میں نے اس کی مدد کی تھی... آج تم میری مدد کرو... مجھے ان سے بچاؤ۔"

"آپ تو ان کے سردار ہیں... ان کے بابا ہیں... پھر یہ کیوں آپ کو جان سے ماریں گے بھلا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں ان کا سردار تھا، اب نہیں ہوں... اگر میری گولیاں خطا نہ جاتیں تو اب بھی ان کا سردار ہوں گے..."

"آخر یہ کیسی بستی ہے... کیا یہاں ہمارے ملک کا قانون نہیں چلتا۔"

"ہماری بستی... ہمارا قانون..." لڑکی نے ہنس کر کہا۔

"بوڑھے... جلدی کرو... تجربہ کر لو... آخری تجربہ۔"

"او کے... میں تجربہ ضرور کروں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے پستول سے خان رحمان کا نشانہ لیا۔ وہ تیار ہو گئے... اور پھر بوڑھے نے پے در پے فائرنگ شروع کر دی... وہ سب وار چاتے چلے گئے... یہاں تک کہ پستول خالی ہو گیا۔

بوڑھے کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

"واہ مزا آ گیا... میں سردار بن گیا... کب سے میں انتظار کر رہا تھا... اور خیال کر رہا تھا... کہ یہ بوڑھا نہ جانے کب مرے گا... لیکن شکر ہے... موت سے پہلے اس کی موت آ گئی۔"

"موت سے پہلے موت۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں! کیا بات ہے۔" نوجوان نے اسے گھورا۔

"میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" جوزی نے حیران ہو کر کہا۔

"وقت نہ ضائع کرو جوزی... ابھی ان لوگوں کی بھی باری آئے گی... ویسے آج کا دن مزے کا دن رہا... بابا سے نجات اور کئی دوسرے شکار... ان کے تڑپنے کا منظر کس قدر دل فریب ہو گا۔"

"ہاں شملی... آج واقعی دل خوش کن منظر دیکھنے کو ملے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے بوڑھے کا نشانہ لے لیا... اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالنے لگی... یہاں تک کہ اس نے فائر کر دیا... لیکن اسی وقت ایک فائر اور ہوا تھا... جوزی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"ارے! یہ کیا ہوا... جوزی... بابا زندہ ہے اور تمہارے ہاتھ سے خون بہہ رہا ہے... یہ... یہ کیسے ہو گیا۔" شملی پوری قوت سے چلائی۔

"یہ میں نے کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"کک... کیا... نہیں... جھک جاؤ... سب جھک جاؤ... جوزی کو گولی مار دو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ بوڑھوں کی بستی کے سردار اب آپ ہیں۔"

"حد ہو گئی... ارے بھئی ہماری گاڑی خراب ہو گئی ہے... ہم یہاں صرف رات گزارنے کے لیے آئے تھے... اور آپ ہمیں سردار بنائے دے رہے ہیں۔"

"اب آپ اور آپ کے ساتھی یہاں سے نہیں جا سکتے... آپ کو یہیں رہنا ہو گا... ہمارے سردار بن کر... جب تک آپ زندہ رہیں گے... سردار ہیں... یا پھر آپ کا نشانہ خطا جائے... تو آپ سردار نہیں رہیں گے... لیکن اس صورت میں آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"ارے باپ رے... خان رحمان... یہ کیا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں... منور علی خان نے یہی بتایا تھا... وہ بھی یہاں سردار بن گئے تھے۔"

"ارے اچھا۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

اسی وقت ان گنت گولیاں نامعلوم سمتوں سے آئیں اور جوزی کو چھلنی کر گئیں... وہ تڑپ بھی نہ سکا...

"یہ... یہ کیا ہوا۔" انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"نئے سردار کو سلامی نہیں دی گئی ہے... کیا وجہ ہے..." لڑکی نے چیخ کر کہا۔

ان گنت لوگ دھم دھم کر کے درختوں سے کودنے لگے۔

انہوں نے دیکھا... وہ کئی سو تھے، سب کے سب جدید اسلحے سے لیس تھے... پھر وہ سب ان کے آگے جھک گئے... رکوع کے انداز میں، لیکن ان کے ہاتھ گھٹنے پر نہیں تھے، ہاتھ لٹک رہے تھے۔

"یہ کیا کر رہے ہیں، ارے باپ رے۔" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"آپ ہمارے سردار ہیں... لہٰذا ہم آپ کے آگے جھک گئے ہیں... آپ کو پہلی سلامی دے رہے ہیں... اب جب تک آپ کا نشانہ خطا نہیں جاتا... آپ ہمارے سردار ہیں... جس دن نشانہ خطا ہو گیا... ہم آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

"منور علی خان کا کیا بنا تھا۔"

"وہ... حیرت انگیز آدمی تھے... نہ جانے کس طرح وہ ہم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے۔"

"اچھا تم لوگ سیدھے ہو جاؤ... اور مجھے بتاؤ... میرے سردار بننے کا مجھے کیا فائدہ۔"

"ہم آپ کا ہر حکم مانیں گے... لیکن آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔"

"اور میرے ساتھی... یہ تو یہاں سے جا سکتے ہیں۔"

"نہیں جمشید... ہم بھی نہیں جائیں گے۔" خان رحمان بولے

"اوہو بھئی... مجھے ان سے بات کرنے دو۔" انہوں نے برا

سامنہ بنایا۔

"اچھا۔" وہ مسکرائے۔

"آپ یہاں عیش کریں... دنیا کی ہر چیز آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی... جو آپ کہیں گے... ہم کریں گے... لیکن آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔"

"اوہو... میرے سردار بننے کا آپ کو کیا فائدہ ہو گا۔"

"ہمیں... ہمیں تو بس یہاں ایک سردار کی ضرورت ہوتی ہے... وہ ہمارے آپس کے معاملات کا فیصلہ کرتا ہے... ہماری بھلائی کے لیے ہر کام کرتے ہیں... ہمارے مسائل حل کرتے ہیں..."

"حد ہو گئی... بھلا یہاں کون سے مسائل ہیں۔"

"آپ نے ابھی بوروں کی بستی کا معائنہ نہیں کیا... پہلا کام ہم یہی کریں گے... آپ سب لوگ ہمارے آگے آگے چلیں گے... ہم پیچھے... اس طرح آپ کو پوری بستی دکھائی جائے گی... پھر بستی کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے... وہاں آپ کو تاج پہنایا جائے گا.. گویا آپ کی سرداری کا باقاعدہ آغاز کیا جائے گا۔"

"آپ لوگ ہمیں اجازت دیں... ہم بہت مصروف لوگ ہیں۔"

"اب یہ نہیں ہو سکتا... آپ یہاں سے مر کر جائیں گے۔"

"حیرت ہے... ان حالات میں کون بے وقوف یہاں کا سردار بننا پسند کرتا ہو گا۔"

"کوئی معمولی نشانے باز تو یہاں کا سردار بن نہیں سکتا... جو بن جاتا ہے... وہ اور زیادہ نشانے بازی کی مشق شروع کر دیتا ہے... اور یہ خیال کرتا ہے کہ آئندہ باقی زندگی میں اس کا نشانہ خطا نہیں جائے گا۔"

"لیکن اس کا اندازہ کیسے ہوتا ہے۔"

"ہر سال یہاں نشانہ بازی کا مقابلہ ہوتا ہے سردار کو سب لوگوں کو ہرانا ہوتا ہے۔"

"یہ مقابلہ کیسے ہوتا ہے۔"

"یہ مقابلہ کل ہونے والا ہے... کل بابا کو اپنی نشانے بازی ثابت کرنا تھی... لیکن ان کی جگہ آپ نے لے لی... اب آپ کو کل ثابت کرنا ہوگا کہ آپ سے بڑا نشانے باز یہاں کوئی نہیں۔"

"اور بابا۔"

"بابا کی زندگی اور موت اب صرف آپ کی مرضی کے مطابق ہوگی... آپ چاہیں گے... اسے گولی مار دیں گے... آپ چاہیں گے... زندہ چھوڑ دیں گے۔"

انہوں نے بابا پر ایک نظر ڈالی... اچانک انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا...

وہ تیزی سے بوڑھے کی طرف جھپٹے۔

☆ ... ☆ ... ☆

حرکت

نزدیک پہنچ کر انہوں نے اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"یہ... یہ کیا کر رہے ہیں..." بوڑھا چیخا۔

"خاموش۔" وہ گرجے۔

"کیا مطلب... خود ہی تو اس کی جان بچائی اور خود ہی اب اس پر یہ سختی... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"یہ آپ کے والد ہیں۔" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں... یہ کس نے کہہ دیا آپ سے۔"

"یہ یہاں کس کے باپ ہیں بھلا۔"

"اس کی اولاد مر چکی ہے..."

"لیکن یہ سردار کس طرح بنا تھا۔"

"یہاں سردار بننے کے لیے ایک ہی شرط ہے... اپنے نشانے کے ذریعے دوسروں کو ہرا دینا... اس نے مقابلے میں سب کو ہرا دیا تھا۔"

"اوہ... اوہ... خان رحمان... اس بوڑھے کو رسیوں سے

باندھ لو۔"

"کک ... کیا مطلب ... اس کی کیا ضرورت ہے ... یہ بھلا یہاں سے بھاگ کر کہاں جائے گا اور یہاں سے بھاگ کر جانا آسان کام تو ہے بھی نہیں۔"

"تم بھول رہے ہو خان رحمان۔" انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اور میں کیا بھول رہا ہوں ..." خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"منور علی خان یہاں سے نکل گئے تھے۔"

"وہ ایک شکاری ہیں ... انہوں نے اپنی شکاری قسم کی ترکیبوں پر عمل کیا ہوگا ... اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوں گے ... لہٰذا وہ نکل گئے۔"

"یہ بھی نکل سکتا ہے ... تم بس اسے باندھ دو۔" یہ کہہ کر وہ لڑکی کی طرف مڑے۔

"اس کا گھر کون سا ہے ... میں وہاں جاؤں گا ... اب وہاں کون رہتا ہے۔"

"اس کی اولاد کی اولاد ... یعنی پوتے پوتیاں وغیرہ۔"

"بس ٹھیک ہے ... مجھے وہاں لے جایا جائے۔"

"آخر اس کی کیا ضرورت ہے۔" شملی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں اس بستی کا سردار ہوں ... سمجھے۔" وہ غرائے۔

"اوہ ہاں۔" لڑکی چونکی۔

"ویسے مجھے یقین نہیں آرہا۔" وہ مسکرائے۔

"کس بات پر۔"

"ابھی بتاتا ہوں ..." یہ کہہ کر انہوں نے تالی بجائی ... پھر پکار کر بولے۔

"شملی کو پکڑ لیا جائے ... اور باندھ کر ایک درخت سے الٹا لٹکا دیا جائے۔"

"ارے ارے ... یہ ... یہ کیا۔" شملی چلائی۔

عین اس وقت شملی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ... پھر ساتھ ہی اس کے ہاتھ پیر باندھنے کا عمل شروع ہو گیا ... دیکھتے ہی دیکھتے ... وہ ایک درخت سے الٹی لٹکتی نظر آئی ... اس حالت میں وہ بری طرح چلا رہی تھی۔

"آخر میرا جرم کیا ہے ... قصور کیا ہے ... پہلے یہ بتایا جائے۔"

"کیا اس بستی کا سردار بغیر جرم کے کسی کو سزا دے سکتا ہے یا نہیں۔" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں! سزا دے سکتا ہے۔"

"کیا اس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"نہیں۔" لڑکی نے سست انداز میں کہا۔

"تب پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں آپ۔"

وہ یک دم ساکت سی ہو گئی... جیسے اسے کوئی بات نہ سوجھ رہی ہو...

"مجھے بوڑھے کے گھر لے جایا جائے... بوڑھا ساتھ چلے گا۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"بھئی واہ... آپ تو پورے پورے سردار لگ رہے ہیں۔" فاروق ہنسا۔

"چپ... خاموش... دور ہو جاؤ... میری نظروں سے۔" وہ بلند آواز میں گرجے۔

تینوں بری طرح سہم گئے... پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی ہکلا اٹھے... پروفیسر صاحب سے تو رہا نہ گیا۔

"ج... جم شید... یار تم ٹھیک تو ہو۔"

"آپ دونوں میرے ساتھ رہیں... انہیں یہیں رہ جانے دیں... آئیں بھئی... ہم پہلے بابا کا گھر دیکھیں گے۔"

ایسے میں انہوں نے بوڑھے کو ایک حرکت کرتے دیکھا۔

وہ اس کی طرف لپکے... وہ تینوں وہاں سے فوراً دوڑ پڑے۔

"یہ ابا جان نے کیا کہا... دور ہو جاؤ... میری نظروں سے ایسے انداز میں تو انہوں نے آج تک بات نہیں کی... یہ یہاں آ کر انہیں یکایک کیا ہو گیا۔"

"پپ پتا نہیں۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"پہلے سب لوگوں کو آگے بڑھ جانے دو۔" فرزانہ نے سرگوشی کی۔

اب ہجوم ایک طرف چل پڑا... اور وہ وہیں کھڑے رہ گئے تھے... یہاں تک کہ ان کے آس پاس کوئی بھی نہیں رہ گیا...

"کیا اب یہاں درختوں پر کوئی نہیں رہ گیا۔" فرزانہ نے دبی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں... درختوں پر سے وہ لوگ پہلے ہی کود گئے تھے..."

"لیکن ان لوگوں نے ہمیں یہاں تنہا کیوں چھوڑ دیا۔"

"اب ہم سردار کے بچے ہیں... انہیں سردار کے فرار ہونے کا خوف تو ہو سکتا ہے... ہمارا نہیں... یعنی ہم اکیلے بھلا کیوں فرار ہوں گے۔"

"لیکن ابا جان نے یہ کیوں کہا تھا... دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"یہ ان کی طرف سے اشارہ تھا... آؤ جلدی کرو۔" فرزانہ نے کہا اور سڑک کی طرف دوڑ لگا دی۔

"کیا مطلب؟" محمود نے ہکلا کے کہا۔

"جلدی کرو۔" وہ تیز اور سرد آواز میں بولی۔

پھر تینوں پوری رفتار سے دوڑ پڑے... انہیں کسی نے نہ روکا... نہ کوئی ان کے راستے میں آیا... لہٰذا بے فکر ان کا سفر جاری رہا... یہاں تک کہ وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گئے...

"دراصل اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم پھنس جا[ئیں] گے... اور ہمارے موبائل کار میں رہ گئے تھے۔ اسی لیے ابا جان نے جملہ کہا تھا..."

"لیکن کیوں... وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"یہ کہ ہم اپنا کام کریں... انھیں ان کا کام کرنے دیں۔"

اور پھر وہ تینوں اپنے کام میں مصروف ہو گئے... ایسے [میں] انھوں نے ایک آواز سنی۔

"بہت خوب! بہت چالاک ہو تم۔"

وہ بری طرح اچھلے... انھوں نے دیکھا... ان کے سا[منے] ایک سیاہ پوش کھڑا تھا... اس نے سر سے پیر تک سیاہ لباس پہنا تھا... آنکھوں کی جگہ بس دو سوراخ تھے... اس کے دونوں ہا[تھوں] میں پستول تھے...

"کک... کیا مطلب... آپ کون صاحب ہیں اور ہما[ری] تعریف کس سلسلے میں کر رہے ہیں..."

"بھئی... تمہاری تعریف نہ کروں تو یہ زیادتی ہو گی۔"

"آپ کی مرضی... پھر... کریں تعریف..." فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اس میں شک نہیں... تم لوگ بہت چالاک ہو... تیز ہو... وہاں بھی پہنچ جاتے ہو... جہاں تمہارے پہنچنے کا کوئی تک نہیں ہوتا... اور تم لوگوں کے یہاں پہنچ جانے کا تو ایک فی[صد]

کوئی امکان نہیں تھا... لیکن افسوس... تم یہاں بھی پہنچ گئے۔"

"لیکن ہمیں بالکل کچھ معلوم نہیں تھا... کہ ہم کہاں آ گئے ہیں۔"

"نہیں... ناممکن۔" اس نے سر کو زوردار جھٹکا دیا۔

"یہی کہا... نہیں... ناممکن۔"

"ہاں! یہی کہا ہے... نہیں ناممکن..." وہ ہنسا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"انسپکٹر جمشید بہت چالاک ہیں... دنیا میں ان جیسے دو چار اور چالاک پیدا ہو جائیں تو پوری دنیا کو انگلیوں پر نچا ڈالیں... اس بات کو لکھ لو... وہ یہاں پروگرام بنا کر آئے ہیں... بغیر پروگرام کے نہیں آئے..." اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں... یہ بات درست نہیں... سیر کا پروگرام ہم نے بنایا تھا..."

"لیکن سیر کا مقام کس نے تجویز کیا تھا؟" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہ ہاں! مقام انھوں نے تجویز کیا تھا۔"

"اس لیے کہ وہ جانتے تھے... راستے میں بوروں کی بستی پڑتی ہے... اور اسی جگہ انھیں نے آنا تھا۔"

"نہیں... اس جگہ تو ہمارا ٹائر پنکچر ہوا تھا۔"

"ٹائر انھوں نے خود پنکچر کیا تھا۔"

"حد ہو گئی... ہے کوئی تک اس بات کی۔"

"اس کا مطلب ہے... تم بھی انہیں پوری طرح نہیں جانتے۔"

"یہ بات تو خیر ٹھیک ہو گی... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم انہیں بالکل نہ جانتے ہوں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"جانتے تو ہو گے... مگر مکمل طور پر نہیں... اکثر باتیں وہ [illegible] لوگوں سے بھی چھپا جاتے ہیں۔"

"شاید... یہ درست ہے... لیکن یہاں وہ سیر کے پروگرام کے تحت ہرگز نہیں آئے... نہ انہوں نے تار خود بھیجے کیا..."

"خیر... جب ملاقات ہو گی... پوچھ لینا... کیا اس وقت انہوں نے ہی تم لوگوں کو ادھر نہیں بھیجا تھا۔" اس نے عجیب انداز میں کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔" وہ چونکے۔

"بس تو پھر... میری باقی باتیں بھی سو فیصد درست ثابت ہوں گی... تم لوگ دیکھ لینا۔"

"اوکے سر... ہم دیکھ لیں گے... اس وقت آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

"پہلے تم بتاؤ... تمہیں یہاں کس لیے بھیجا گیا ہے۔"

"سوری! یہ تو ہم نہیں بتائیں گے۔"

"خیر! میں ایک طرف ہٹ جاتا ہوں... تم پہلے اپنا کام [illegible]

..."

یہ کہہ کر وہ واقعی الٹے قدموں دور ہوتا چلا گیا... اس حالت میں بھی پستول اس کے ہاتھوں میں تھے اور ہاتھ ان کی طرف تنے تھے... جب وہ بہت دور تک پیچھے ہٹ گیا تو وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھے... اس کا دروازہ کھولا اور موبائل والے خانے میں سے موبائل اٹھانا چاہا... ایسے میں وہ سوچ رہے تھے... کہ یہ شخص بھی کتنا پاگل ہے... انہیں خود موقع دے رہا ہے...

اچانک محمود کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا... خانے میں موبائل نہیں تھے... اسی لمحے سیاہ پوش کا قہقہہ ان کے کانوں سے ٹکرایا۔

قہقہہ بلند ہوتا چلا گیا... وہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا... یہاں تک کہ وہ پریشان ہو گئے... تنگ آ گئے...

اور پھر اچانک قہقہہ رک گیا... ساتھ ہی اس نے ایک عجیب حرکت کی۔

☆...☆...☆

بھوک

انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا... ہاتھ منہ کی طرف جا رہا تھا... بوڑھے نے مٹھی دبالی...

"کھولو اسے۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"نہیں کھولوں گا۔" وہ غرایا۔

"کیسے نہیں کھولو گے... میں کھولوں گا تمہاری مٹھی۔"

"تو پھر لگا کر دیکھ لو زور۔"

"یہ لو... لگا دیا زور۔" یہ کہہ کر انہوں نے اس کی کلائی پر زور صرف کیا... اس کی انگلیاں فوراً کھل گئیں۔

سب نے دیکھا... اس کی مٹھی میں ایک سیاہ رنگ کی ٹن گولی تھی:

"یہ... یہ کیا... کیا یہ خودکشی کر رہا تھا۔" فرزی چلائی۔

"کیوں بابا... تم خودکشی کر رہے تھے۔" انسپکٹر جمشید بولے

"ہاں! اور میں کیا کروں... اب میں جی کر کیا کروں گا... اس بستی کا سردار سالہا سال سے چلا آ رہا تھا... اب کوئی دو کوڑی بھی نہیں سمجھے گا... کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ میں اپنی جان خود

لوں۔"

"تم اپنی جان خود لے لینا... لیکن ابھی نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ابھی نہیں... کیا مطلب... جمشید۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"م... میں... جمشید... میں۔" ایسے میں پروفیسر داؤد نے کچھ کہنا چاہا۔

"ابھی آپ چپ رہیں۔" وہ بولے۔

"ل... لیکن..." انہوں نے پھر کہنا چاہا۔

"نہیں... آپ چپ رہیں۔" ان کا لہجہ سرد ہو گیا، پروفیسر داؤد اور خان رحمان لرز گئے... ایسے موڈ میں وہ کبھی کبھی آتے تھے اور ان کا یہ موڈ حد درجے خوفناک ہوتا تھا... آس پاس والے کانپ جاتے تھے۔

"ہاں! میں نے کہا ہے... ابھی تم خودکشی بھی نہیں کر سکتے... اس کے ہاتھ کمر پر باندھ دو خان رحمان... اپنی خاص ڈوری سے۔"

"ک... کیوں جمشید... کیا یہ کھول لے گا عام رسی کو۔"

"ہاں! اس کا امکان ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے وہ گولی چٹکی میں پکڑ کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ خان رحمان نے جیب سے ڈوری نکالی اور اس کے ہاتھ کمر پر

باندھ دیے۔ ایسے میں بھی وہ کہتا رہا۔

"مجھے مر جانے دو... مر جانے دو۔ اب میں کیا کروں گا جی کر۔"

"اچھا یہ بات ہے... تمہیں مر جانے دیں۔" انسپکٹر جمشید عجیب سے انداز میں بولے۔

"ہاں! مر جانے دیں۔"

"میں چاہتا تھا... تمہیں مر جانے کا موقع تمہارے گھر جا کر دوں... لیکن اگر تم اپنے گھر جانے سے پہلے ہی مر جانا پسند کرتے ہو تو یہ لو... خنجر... اور اتار دو اس کو اپنے پیٹ میں... خنجر زہر آلود ہے... ذرا سا چبھتے ہی تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اپنی پنڈلی میں اڑسا ہوا خنجر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"نن نہیں... نہیں... میں زہر کی گولی کھا کر اپنا کام تمام کرنا پسند کروں گا۔"

"میں نے بتایا تو ہے... اس خنجر پر زہر لگا ہوا ہے۔"

"نن نہیں... مجھے... خنجر سے ڈر لگتا ہے۔"

"واہ... بستی والوں نے بھی کتنا دلیر سردار چنا تھا... جسے خنجر سے ڈر لگتا ہے... اچھا تو تم زہر کی گولی کھا کر مرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں! بالکل... میری گولی مجھے دے دو۔"

"پروفیسر صاحب۔" اب وہ ان کی طرف مڑے۔

"ہاں جمشید۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے... کیونکہ انہیں انسپکٹر جمشید اس وقت دنیا کے عجیب ترین انسان نظر آ رہے تھے... ایک مدت سے ان کا آپس کا ساتھ چلا آ رہا تھا... لیکن آج انہیں محسوس ہو رہا تھا... کہ انسپکٹر جمشید کو جیسے زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔

"زہر کی ایک گولی اس شخص کی ہتھیلی پر رکھ دیں... ایسے زہر کی... کہ ادھر یہ اس کو زبان پر رکھے... اور اس کی موت واقع ہو جائے۔"

"او کے۔" وہ بولے۔

پھر انہوں نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی... اس میں سے ایک گولی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"لو میاں... موت کی خواہش کرنے والے... یہ گولی کھا لو... ادھر تم گولی منہ میں رکھو گے... ادھر تمہارا کام تمام ہو جائے گا۔"

"نن نہیں... نہیں۔" وہ کانپ گیا۔

"اب کیا ہوا۔" انسپکٹر جمشید ہنسے... لیکن ان کی یہ ہنسی بھی بہت عجیب تھی۔

"م... میں یہ گولی نہیں کھاؤں گا... نہ جانے اس کے کھانے سے کتنی تکلیف ہو گی... میں تو اپنے والی گولی کھاؤں گا۔"

"اس کے الفاظ ختم ہوتے ہی انسپکٹر جمشید نے ایک زنانے

دار تھپڑ اس کے گال پر دے مارا... وہ الٹ کر گرا۔

"یہ... یہ کیا کیا جمشید۔" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"خاموش۔" وہ گرجے۔

خان رحمان کی سٹی گم ہو گئی۔

"اسے اٹھاؤ... اور اس کے گھر تک لے چلو... اب باقی بات وہاں ہو گی۔"

"پپ پتا نہیں... کیا ہو رہا ہے۔" شملی کی آواز سنائی دی۔

"ایک تو مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی... تم کون ہو۔" انسپ[کٹر] جمشید اس سے بولے۔

"مم... میں میں شملی ہوں... جوزی کی بہن... جو مارا گیا۔"

"پہلے ہم نے خیال کیا تھا کہ تم اس بوڑھے کی بیٹی ہو۔"

"نہیں... وہ تو ہم اسے سردار ہونے کے ناطے بابا ک[ہتے] رہے ہیں۔"

"تو کیا اب تم مجھے بابا کہو گی۔" وہ مسکرائے۔

"نہیں... آپ ابھی اتنے بوڑھے نہیں ہیں... آپ [کو] سردار کہوں گی۔"

"یہ ریت یہاں کب سے چل رہی ہے۔"

"کون سی ریت۔"

"یہی... کہ اس بستی کا سردار وہی بنے گا... جو نشانہ با[زی] میں سب سے بڑھ کر ہو گا۔"

"ایک زمانہ ہے۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا... یہی دیکھتے چلے آئے ہیں۔" شملی نے کہا۔

"کوئی بوڑھا میری بات کا جواب دے سامنے آ کر۔"

انہوں نے بلند آواز میں کہا... ایک بوڑھا ان کے درمیان سے نکل کر سامنے آ گیا، پھر اس نے کہا۔

"میں نے بھی جب سے ہوش سنبھالا... یہی دیکھتا چلا آیا ہوں۔"

"اچھا خیر... یہ بوڑھا بابا آپ کے سامنے سردار رہا تھا۔"

"جی... جی ہاں بالکل۔"

"کیا اس کا نشانہ ہمیشہ سے اتنا پختہ چلا آ رہا ہے۔"

"نہیں... اس بات پر ہم سب حیران ہوئے تھے..."

"کس بات پر۔"

"یہ کہ نشانے بازی کے مقابلے میں اس نے کبھی کوئی نمایاں کارنامہ تو دکھایا نہیں... آج اچانک یہ مقابلہ کس طرح جیت گیا۔"

"بہت خوب! چلو آگے۔"

وہ سب بوڑھے کے گھر تک پہنچ گئے... یہاں چاروں طرف گھر نظر آ رہے تھے... گویا بستی اصل میں یہی تھی۔

"یہاں تمہارے ساتھ کون کون رہتا ہے۔"

"میرے بھائی... میرے بیٹے... ان کی بیویاں۔"

"اس بوڑھے کے بھائی اور بیٹے باہر آ جائیں۔"

"ہم پہلے ہی باہر ہیں جناب۔" مجمع سے ایک نوجوان نے کہا۔

"جناب نہیں سردار۔" لڑکی نے گویا تعارف کرایا۔

"سردار... کیا مطلب... نشانہ بازی کا مقابلہ تو کل ہے۔" نوجوان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کل مقابلہ ہے... لیکن یہ آج سردار بن گئے ہیں۔ کل کے مقابلے میں بھی یہ حصہ لیں گے۔"

"آج کیسے بن گئے۔"

"یہ تفصیل بعد میں آپ لوگوں کو کوئی بتا دے گا... آپ صرف اتنا بتائیں... یہ آپ کے والد ہیں۔"

"جی ہاں بالکل۔" اس نے حیران ہو کر کہا... جیسے کہہ رہا ہو یہ کیا سوال ہوا۔

"آپ کے والد نے سرداری کا مقابلہ کب جیتا؟"

"کئی سال پہلے۔"

"مقابلہ جیتنے سے پہلے ان کی نشانہ بازی کیسی تھی۔"

"بس عام سی تھی... ان کے مقابلہ جیتنے پر ہم لوگ بھی حیران ہوئے تھے۔"

"خوب! کل مقابلہ دیکھنے کے لیے کیا سب لوگ آئیں گے۔" وہ شملی کی طرف مڑے۔

"ہاں! بالکل۔"

"مطلب یہ کہ مرد عورتیں بچے... کیا سب کے سب آئیں گے۔"

"ہاں! اس روز کوئی شخص گھر میں نہیں رہ سکتا۔"

"بہت خوب! مزا رہے گا پھر تو۔"

"ارے... وہ... آپ کے چچا کہاں چلے گئے۔" شملی کے منہ سے نکلا۔

"جھاڑ پلا دی تھی نا میں نے انہیں... ناراض ہو کر کہیں پیچھے رہ گئے ہوں گے... اب ہمارے رات گزارنے کا انتظام کیا جائے... اور محترمہ شملی صاحبہ... آپ ہمارے ساتھ رہیں گی... تاکہ ہمیں کچھ پوچھنا ہو... کوئی اور کام ہو تو ہم آپ سے وہ کام تو لے سکیں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔

"اور بوڑھا سردار خان رحمان اور پروفیسر داؤد... آپ دونوں کی نگرانی میں رہے گا... خیال رہے... یہ فرار ہونے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"تم فکر نہ کرو... جمشید ہم اسے فرار نہیں ہونے دیں گے۔"

"لیکن بھئی... یہ فرار ہو جائے گا۔"

"ہم سوئیں گے ہی نہیں۔"

"پکی بات۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بالکل جمشید... تم فکر نہ کرو... ارے... یہ کیا۔" خان

رحمان چونکے۔

"کیا بات ہے۔"

"تم... اب... ویسے خوفناک نظر نہیں آئے تھے۔"

"وقت وقت کی بات ہے... ویسے تم جب کہو میں ایسا خوفناک نظر آسکتا ہوں۔"

"ارے باپ رے... ہمیں ڈر لگنے لگتا ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

اور وہ مسکرا دیے... پھر بستی کے لوگوں کی طرف ...

انھیں کھانا دیا گیا... انھوں نے پہلے کھانے کو چیک کیا... پھر اس ... کھایا... کھانے کے دوران انھوں نے آپ ﷺ کی سنتوں کا پورا ... طرح خیال رکھا... اور وہاں موجود لوگوں کو بھی بتاتے رہے... وہ ... سن کر حیران ہوتے رہے... اس لیے کہ انھیں اسلام کے بارے ... بہت موٹی موٹی باتیں بھی معلوم نہیں تھیں۔

سونے سے پہلے انھوں نے خان رحمان اور پروفیسر دا... سے کہا۔

"کیا آپ دونوں پوری طرح ہوشیار ہیں۔"

"ہاں جمشید... فکر نہ کرو۔"

"فکر تو خیر میں کروں گا۔" انھوں نے کہا۔

"کیا مطلب..." دونوں ایک ساتھ بولے۔

"بس... مطلب اب میں نہیں بتا سکتا۔" انھوں نے ...

بتایا۔

"ارے باپ رے... محمود، فاروق اور فرزانہ اب تک نظر نہیں آئے۔ وہ کہاں ہیں... اور جمشید... تم ان کے بارے میں فکر مند کیوں نہیں ہو۔"

"صرف فکر مند ہونے سے کیا ہوتا ہے... اگر وہ صبح تک نہ آئے تو ہم ان کی تلاش میں نکلیں گے۔"

"ارے باپ رے... اس طرح تو بہت دیر ہو جائے گی۔"

"پروا نہ کرو... وہ سیدھی کھیر نہیں ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"سیدھی کھیر نہیں ہیں... کیا مطلب۔ یہاں کھیر کا ذکر کہاں سے نکل آیا۔" پروفیسر بولے۔

"محاورتاً نکل آیا۔" انھوں نے ہنس کر کہا۔

"لیکن جمشید... یہ برا ہوا۔" پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"کک... کیا مطلب... برا کیا ہوا۔"

"مم... مجھے کھیر کی بھوک لگ گئی۔"

وہ ہنس پڑے... پھر انسپکٹر جمشید شملی کی طرف مڑے...

"بستی کے کسی صاف گھرانے سے کہا جائے... ہمارے لیے کھیر تیار کی جائے۔"

"او کے سردار..." شملی نے کہا اور ان کے پاس سے چلے گئی۔

"نہیں بھئی... یہ نہیں ہو سکتا۔"

انھوں نے ایک دم شعلی کی کلائی پکڑ لی... اچانک ان کے جسم کو کرنٹ لگا...

وہ اچھل کر گرے۔

سیاہ پوش

سیاہ پوش نے قہقہہ ختم ہونے پر اپنا پستول ہوا میں اچھال دیا... اور اچھالا بھی ان کی طرف... وہ ان کے پیروں کے پاس گرا... فوراً ہی ایک دھماکا ہوا... پستول دھماکے سے پھٹا تھا... وہ اونچے اچھلے اور گرے... گرتے ہی بے ہوش ہو گئے... ہوش آیا تو بری طرح رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اور سیاہ پوش غمگین سے انداز میں ان کے پاس آکڑوں بیٹھا تھا۔

"میں تو اس طرح بیٹھا بیٹھا تھک بھی گیا۔"

"کہا کس نے تھا، اس طرح بیٹھنے کے لیے۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تم لوگوں کے ہوش میں آنے کا انتظار تو کرنا ہی تھا۔"

"وہ پستول کیسا تھا۔" محمود نے پوچھا۔

"اچھا تھا... خوب صورت تھا... اس کے تباہ ہونے کا افسوس رہے گا۔"

"وہ بم کی طرح کیوں پھٹ گیا۔"

"پاگل تھا... بے وقوف تھا... اسے تو بس کی بنانے کی

طرح پھٹنا چاہیے تھا۔"

"آپ کی باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔"

"پروا نہ کرو... آنے لگیں گی سمجھ میں آہستہ آہستہ۔" اس نے شوخ انداز میں کہا۔

"او کے... اب ہم کچھ نہیں کہیں گے۔"

"گویا اب صرف مجھے کہنا ہوگا... جو کچھ بھی کہنا ہے... ویسے یہ تم لوگوں کے ساتھ ہوئی بری۔"

"کس طرف اشارہ ہے۔" محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"آئے تھے، موبائل پر پیغام نشر کرنے... الٹا ہو گئے خود قیدی... اب پیغام کون نشر کرے گا تم کہو تو تمہارے حصے کا یہ کام بھی میں کر دوں۔"

"ہمیں باندھ کر شوخی دکھا رہے ہیں... ہاتھ کھول دیں ذرا... پھر بات کریں گے آپ سے۔"

"او ہو اچھا... یہ بات ہے... کھول دوں پھر ہاتھ۔" اس نے گہرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تجربہ کر لیں۔"

"او کے... تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے چاقو کھلنے کی آواز سنی۔ آواز بہت خوفناک تھی... انہوں نے اپنے جسموں میں سنسنی کی لہریں محسوس کیں... پھر ان کی رسیاں کاٹ دی گئیں... وہ اٹھ کر ہاتھوں

پیروں کو جھٹکے دینے لگے... تاکہ خون کا دوران پوری طرح شروع ہو جائے۔

"آؤ... جو کر سکتے ہو کر گزرو۔"

"شکریہ آپ واقعی دلیر دشمن ہیں۔" فرزانہ نے اس کی تعریف کی۔

"ابھی آپ نے میری دشمنی دیکھی کب ہے... ابھی تک تو صرف دوستی دیکھ رہے ہیں آپ۔"

"چلو خیر... اب دشمنی بھی دکھا ہی دیں... معلوم تو ہو... کون کتنے پانی میں ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تین سمت میں جا کھڑے ہوئے.. تاکہ اس پر تین اطراف سے حملہ کیا جا سکے

"ہاہاہا۔" اس نے قہقہہ لگایا۔

"معلوم ہوتا ہے... آپ قہقہے لگانے کے بہت شوقین ہیں۔"

ساتھ ہی تینوں نے اس پر یک دم حملہ کیا اور آپس میں بری طرح ٹکرا گئے... ٹکرا کر الٹے اور زمین پر آ رہے۔

وہ پھر قہقہہ لگا رہا تھا... طویل... انہیں یوں لگا جیسے وہ بہت زیادہ زہریلا قہقہہ ہے۔

"آؤ... آؤ... پھر کوشش کرو... میں تمہیں پھر موقع دے رہا ہوں۔"

اب وہ پھر ان کے درمیان آکھڑا ہوا... پہلے کی طرح چاق وچوبند، پوری طرح ہوشیار... اس بار صرف محمود نے سامنے سے اس پر وار کیا... فرزانہ اور فاروق کو رک کر اندازہ کرنا تھا... کہ اس پر اس کے فوراً بعد کس رخ سے وار کرنا ہے... محمود جونہی اس سے ٹکرایا... دور جا کر گرا... ساتھ ہی فرزانہ اچھلی اور اس کی گردن سے چمٹ گئی... لیکن وہ فوراً ایک تیزی سے چکر کھا گیا... اور ایک جھٹکے سے رکا... فرزانہ کے ہاتھ اکھڑ گئے اور ایک درخت سے جا ٹکرائی

ایسے میں وہ ہنسا اور بولا۔

"رہ گئے تم۔"

"ہاں! رہ گیا میں۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"پریشان ہو۔"

"نہیں... فکرمند ہوں۔"

وہ اور زور سے ہنسا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔"

"اتنے بڑے آدمی کے بچوں کو آج میں نے تگنی کا ناچ نچا ڈالا... ہنسوں نہ تو کیا کروں۔"

"اچھا بھائی ہنس لو... جب ہنس چکو... تو بتا دینا... میں مقابلے کے لیے آکھڑا ہوں گا۔"

"لیکن میں تو ہنستے ہنستے بھی مقابلہ کر سکتا ہوں۔"

"اوہو اچھا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تجربہ کر لو... یہ لو... میں آرہا ہوں... تمہارے سامنے.. آؤ وار کرو..."

وہ واقعی اس کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا... ادھر فاروق سوچ رہا تھا کہ کیا کرے... کس رخ سے اس پر وار کرے... محمود اور فاروق کا انجام وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا... دونوں بالکل ساکت پڑے تھے... پتا نہیں... واقعی بے ہوش تھے یا جان بوجھ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں... تاہم اس قدر آسانی سے ان دونوں کو چوٹ دے دینا آسان کام نہیں تھا اور جو ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس میں ضرور کوئی بات تھی۔

"کس سوچ میں ہو... بچ تو تم بھی نہیں سکو گے۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو... اور چکر کیا ہے۔"

"فی الحال تو میں صرف یہ چاہتا ہوں... کہ تم ان دونوں کی طرح بے ہوش ہو جاؤ... تاکہ میں اپنا کام کر سکوں... ادھر تم چاہتے ہو... مجھے شکست دے کر وہ کام کر گزرو... جس کا حکم تمہیں تمہارے والد سے ملا ہے... یہ کہ موبائل کے ذریعہ خفیہ فورس کو یہاں بلا لو... لیکن میں تمہیں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا... یہ جنگ تمہیں خود ہی لڑنا پڑے گی... جب آگئے ہو تو مقابلہ کرو... مردانہ وار... یہ کیا کہ بلانے چلے خفیہ فورس کو... کیا پہلے تم لوگ پورے کے پورے لشکر سے نہیں ٹکرا جاتے... میرا مطلب ہے... کہ

فورس دو ورس کی مدد کے بغیر۔"

"یہ اتنی معلومات آپ نے ہمارے بارے میں کہاں سے حاصل کرلیں... یہاں رہتے ہوئے۔"

"ہاہاہا... یہاں رہتے ہوئے کیوں... میں ہفتے میں تین دن دارالحکومت میں گزرتا ہوں..."

"یہاں کیا کررہے ہیں آپ۔"

"اس بستی کو کنٹرول کررہا ہوں۔"

"اس بستی میں ایسی کیا بات ہے۔"

"ابھی بچے ہو... اس بستی کی اہمیت نہیں سمجھ سکو گے۔"

اچانک فاروق کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... اس کے چہرے پر خوف پھیل گیا۔

"کیوں... کیا ہوا..."

"مم... میں بستی کی اہمیت سمجھ گیا۔"

"کوئی پروا نہیں... اب تم کون سا یہاں سے واپس جا سکو گے۔"

"کہاں... شہر یا بستی۔"

"دونوں جگہ... بس اب تم یہیں دفن کر دیے جاؤ گے۔"

اچانک فاروق نے دوڑ لگا دی...

"ارے ارے... کہاں بھاگے جارہے ہو... بزدل کہیں کے... میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ انسپکٹر جمشید کے

بچے اس قدر بزدل بھی ہو سکتے ہیں۔"

"تو اب سوچ لو۔" فاروق نے دوڑتے ہوئے کہا... منہ سے آواز تو وہ نکال نہیں سکتا تھا... اس لیے کہ اس طرح سیاہ پوش کو معلوم ہو جاتا... کہ وہ کہاں ہے... دوڑتے دوڑتے اس نے اچانک ایک تن آور درخت کے پیچھے اوٹ لے لی تھی... اور رکا انتظار کرنے۔

"کہاں ہو بھئی... اس طرح تم نہیں بچ سکتے..." سیاہ پوش کی آواز سنائی دی۔

وہ اب بھی کچھ نہ بولا... اس نے جو کہا تھا... کہاں ہو بھئی... تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے اس کے بارے میں معلوم نہیں تھا... پھر اچانک اس کے ذہن میں کیا آئی... وہ اس درخت پر چڑھتا چلا گیا... درخت بہت گھنا تھا اور اس کے پتوں میں وہ خود کو پوری طرح چھپا سکتا تھا... کچھ ہی بلندی پر پہنچ کر اسے سیاہ پوش نظر آنے لگا... وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا... پھر اس نے اسے تالی بجاتے دیکھا... فوری طور پر جنگل سے پتھروں کے قریب لمبے چوڑے آدمی ادھر ادھر سے نکل کر اس کے پاس آکھڑے ہوئے۔

"یس سر۔" ایک نے ادب سے پوچھا۔

"یس سر کے بچے... وہ تیسرا کہاں گیا۔"

"کسی درخت کے نیچے... لیکن وہ جا کہاں سکتا ہے... گاڑی ان کی بیکار کھڑی ہے..." اس نے کہا۔

"تم احمق ہو۔" سیاہ پوش چلا اٹھا۔

"اس میں کیا شک ہے سر۔"

"وہ انسپکٹر جمشید کا بیٹا ہے۔"

"ن... نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"دیکھا... میں نے کیا کہا تھا... انسپکٹر جمشید ایک دن ادھر ضرور آئے گا... اور اسی دن سے میں ڈرتا تھا... یہ لوگ آگئے ہیں... اور انسپکٹر جمشید تو آتے ہی بستی کا سردار بن بیٹھا ہے۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"اندھے ہو... نظر نہیں آتا... تین کو تو تم اپنی آنکھوں سے یہاں دیکھ چکے ہو... باقی رہ گئے انسپکٹر جمشید، خان رحمان اور پروفیسر داؤد... وہ بستی میں موجود ہیں... اور بستی کے لوگ انسپکٹر جمشید کو اپنا سردار مان چکے ہیں۔"

"اس قدر جلد یہ کیسے ہو گیا... جوجی کو کیا ہوا۔"

"جوجی نشانہ بازی میں ان سے مات کھا گیا... اور بستی کے لوگ تو بس نشانے کو مانتے ہیں۔" اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تب تو ہماری محنت پر پانی پھر جائے گا۔"

"نہیں پھرے گا... میں نے ان کے پر کاٹ دیے ہیں... اب یہ اپنی خفیہ فورس کو نہیں بلا سکیں گے اور تنہا یہ تو مقابلے میں کچھ نہیں کر سکیں گے... دو کو میں ڈھیر کر چکا... اب تم اس تیسرے کو پکڑ کر لے آؤ... اتنے میں میں انہیں باندھتا ہوں... کیونکہ یہ بہت خطرناک ہیں۔"

"اوکے سر... آپ فکر نہ کریں... ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔"

فاروق سکتے میں آ گیا... گویا اس کا یہاں سے نکلنا حد درجے ضروری تھا اور پیدل وہ جا نہیں سکتا تھا... کیونکہ وہ دارالحکومت سے ڈیڑھ سو کلو میٹر دور آ چکے تھے... اور اتنے ہی فاصلے پر آگے وہ مقام تھا... جہاں انہیں سیر کے لیے پہنچنا تھا... گویا وہ درمیان میں تھا... اب یا تو اسے کوئی موبائل مل جاتا... یا پھر کسی گاڑی میں لفٹ مل جاتی... بس اسی صورت میں وہ دارالحکومت سے رابطہ قائم کر سکتا تھا... درخت کی بلندی پر پہنچ کر اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا... یہ دیکھ کر اسے قدرے اطمینان ہوا کہ سڑک یہاں سے زیادہ دور نہیں تھی... لیکن یہ پندرہ آدمی بھی تو جلد سڑک تک پہنچ سکتے تھے... آخر اس نے فیصلہ کیا... پہلے انہیں تھک جانے دے... اس درخت میں دبکا رہے... جب وہ تھک کر بیٹھ جائیں... اس وقت وہ نیچے اتر کر سڑک کا رخ کرے... اس نے یہ بھی دیکھا کہ سیاہ پوش محمود اور فرزانہ کو رسی سے باندھ رہا تھا... اور وہ مکمل طور پر بے ہوش تھے... اگر وہ ہوش میں ہوتے... تو وہ سڑک کا رخ کرنے سے پہلے انہیں رسیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کرتا...

سیاہ پوش جلد ہی ان دونوں کو باندھ کر فارغ ہو گیا... پھر وہ ان کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا... سادھوؤں کی طرح... ایسے میں فاروق نے ٹوں ٹوں کی ہلکی سی آواز سنی... اس آواز نے سیاہ پوش

کو بھی چونکا دیا... اس نے فوراً اپنی جیب سے ٹرانسمیٹر نما کوئی آلہ نکالا... اس کا بٹن دباتے ہوئے بولا۔

"یس سر۔"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا... جواب میں اس نے پھر کہا۔

"یس سر... آج کی حیرت انگیز خبر... انسپکٹر جمشید اپنے پانچوں ساتھیوں سمیت یہاں پہنچ گئے ہیں... کیا کہا سر... لیکن اس میں میرا کیا قصور... میں نے تو پہلے دن ہی کہہ دیا تھا... ان لوگوں کو نہ جانے کیسے بھنک پڑ جاتی ہے... ہمیں ہر طرح اطمینان رکھنا ہوگا... اور ہم نے اطمینان رکھا... لیکن اس کے باوجود یہ لوگ آ گئے... تو اس میں میرا کیا قصور..." یہ کہہ کر وہ رکا... دوسری طرف کی بات سنتا رہا... پھر بولا۔

"یس سر... ان میں سے دو میرے قابو میں ہیں!... آپ فکر نہ کریں۔"

"بہت بہتر... میں ایسا کروں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے آلہ بند کر کے جیب میں رکھ لیا... پھر منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر بلند آواز میں بولا۔

"انسپکٹر جمشید کے بچے... سن لو... اگر تم سامنے نہ آ گئے تو میں ان دونوں کو گولی مار دوں گا۔"

وہ دھک سے رہ گیا... گویا ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے نے

یہ ترکیب اسے بتائی تھی اور واقعی... یہ ترکیب بہت خوفناک تھی... وہ چکرا کر رہ گیا... اسے اپنے ہوش اڑتے محسوس ہوئے... یہ سوال اس کے سامنے آ کھڑا ہوا... اب وہ کیا کرے... خود کو ظاہر کرے یا نہ کرے... ظاہر نہ کرتا تو محمود اور فرزانہ مارے جاتے...

اس نے سیاہ پوش کو پستول جیب سے نکالتے دیکھا...

☆...☆...☆

راستا

"یہ... یہ کیا ہوا سردار... آپ گر گئے۔" شملی کے لہجے میں حیرت تھی۔

باقی لوگ بھی حیرت زدہ سے انھیں دیکھ رہے تھے:

"ہاں! شاید میں غلط قدم اٹھا بیٹھا تھا۔"

"سردار ذرا سنبھل کر... دیکھ بھال کر... آپ نئے نئے سردار ہیں... یہاں کی اونچ نیچ کا آپ کو بالکل پتا نہیں۔" شملی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اس میں شک نہیں... خیر میں خیال رکھوں گا..."

"تو کیا میں جاؤں... کھیر ہوا لاؤں۔"

"نہیں آپ نہیں... کھیر کوئی اور ہوا لائے گا۔"

"تن جمشید... بھاڑ میں گئی ایسی کھیر... جس کی وجہ سے میرے دوست کو چوٹ کھانا پڑی۔"

"اوہ کوئی بات نہیں پروفیسر صاحب... خیر ہے... مس شملی.. آپ اپنی جگہ کھڑی رہیں... حرکت کرنے کی کوشش کریں گے تو پھر آپ کو سزا دی جائے گی... سردار کا حکم نہ ماننے والوں کو سزا دی

جا سکتی ہے نا..." انھوں نے بلند آواز میں کہا۔

"بالکل سردار... بالکل۔" ایک نوجوان نے فوراً کہا۔

"اب اگر مس شملی حرکت کریں تو... انھیں باندھ دیا جائے.. ویسے یہ شملی صاحبہ کیا یہیں پیدا ہوئی تھیں۔"

"نہیں سردار... یہ بوڑھے سردار کی منہ بولی بیٹی ہیں... سردار شکار پر گئے تھے تو یہ انھیں جنگل میں بے ہوش پڑی ملی تھیں... ان کی کہانی یہ ہے کہ انھیں کچھ معلوم نہیں... یہ کون ہیں اور اس جنگل میں کیسے پہنچ گئی تھیں... بس بابا انھیں اپنے ساتھ لے آئے۔"

"اوہ اچھا... ہاں تو میں نے کیا کہا ہے بھلا۔"

"اگر اب یہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کریں تو انھیں باندھ دیا جائے۔"

"ہاں! بالکل... بلکہ انھیں باندھ ہی دیا جائے... کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے... یہ کوئی حرکت ضرور کریں گی۔"

"بہت اچھا سردار۔"

یہ کہہ کر وہ نوجوان اور اس کے ساتھ دو اور ساتھی شملی کی طرف بڑھے۔

"خبردار! کوئی میری طرف نہ بڑھے۔"

"کک... کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی۔" نوجوان بوکھلا اٹھا۔

"کیوں... کیا بات ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ایسا کبھی نہیں ہوا... سردار نے کوئی حکم دیا ہو اور کسی نے حکم ماننے سے انکار کیا ہو..."

"ارے تو پکڑو اس باغی لڑکی کو۔" انہوں نے منہ بنایا۔

وہ اسے پکڑنے کے لیے دوڑے... وہ ان سے کنی کترا کر نکل گئی اور ایک سمت میں بھاگ نکلی... ساتھ ہی وہ چلائی۔

"آپ خود کیوں نہیں پکڑ لیتے۔"

"شاید یہی کرنا پڑے گا۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی... اتنی دیر میں وہ بہت دور جا چکی تھی اور بستی کے لوگ اس سے بہت فاصلے پر ہو چکے تھے اور لمحہ بہ لمحہ یہ فاصلہ بڑھ رہا تھا... انہوں نے لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور بستی کے لوگوں سے آگے نکل گئے...

"آؤ... میرے پیچھے... تم کیسے لوگ ہو... ایک لڑکی کو نہیں پکڑ سکتے۔"

"ہم... ہم شرمندہ ہیں سردار... لیکن یہ بات ہمیں زندگی میں آج پہلی بار معلوم ہوئی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہ کہ شملی اس قدر تیز بھی دوڑ سکتی ہے۔"

"آؤ... انسپکٹر جمشید... آؤ۔"

اس کے منہ سے اپنا نام سن کر انہیں ایک جھٹکا لگا... ساتھ ہی ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت جلد کھل کر سامنے آ گئی ہو۔"

"اب کیا کریں گے چھپا کر..."

"کیا کریں گے.. کیا مطلب.. کیا کوئی اور بھی ساتھ ہے۔"

"ہاں! کیوں نہیں... میرے ساتھ اور ہیں... آپ نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو شاید خود یہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا تھا... شاید دارالحکومت کوئی پیغام دینے کے لیے... لیکن وہاں میرا ساتھی ان کا استقبال کرنے کے لیے بالکل تیار ہو گا اور میرا ساتھی مجھ سے کہیں زیادہ بڑی چیز ہے... کہیں بڑھ کر طاقت ور ہے... اگر میں آپ کو تگنی کا ناچ نچا سکتی ہوں تو وہ انہیں چوگنی کا ناچ نچا دے گا۔"

"اس کا اور آپ کا نام کیا ہے۔"

"چھوڑیں انسپکٹر جمشید... نام میں کیا رکھا ہے۔"

"لیکن میں بتا سکتا ہوں۔"

"آپ بتا سکتے ہیں..." اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! کیوں نہیں... میں بتا سکتا ہوں۔"

"چلیے پھر بتائیں۔"

اب وہ دوڑ بھی رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے... انسپکٹر جمشید ابھی تک درمیانی فاصلہ کم نہیں کر پائے تھے... ان کے ساتھی تو اب بہت دور رہ گئے تھے... پھر اچانک وہ ایک سیدھ میں دوڑ پڑی... انہوں نے محسوس کر لیا کہ وہ سڑک کی طرف جا رہی ہے... گویا اس کا پروگرام اب اپنے ساتھی کی طرف جانے کا تھا۔

"آپ نے میرا اور میرے ساتھی کا نام نہیں بتایا انسپکٹر جمشید۔"

"تمہارا نام روبی ہے... اور تمہارے ساتھی کا بابوا۔"

"واہ... انسپکٹر جمشید... تمہاری معلومات کی تعریف کیے بغیر نہیں رہا جاتا... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تمہیں ہمارے بارے میں معلوم ہوگا۔"

"پہلے معلوم نہیں تھا... ابھی معلوم ہوئی ہے یہ بات۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... یعنی کہ۔" وہ ہکلائی اور پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گئی۔

"ہم اس بستی میں کسی پروگرام کے تحت ہرگز نہیں آئے تھے... اگر یہ بات ہوتی تو اس وقت خفیہ فورس ہمارے ساتھ ہوتی... جب کہ تمہیں دیکھتے اور پہچانتے ہی میں نے خفیہ فورس کو بلانے کی ضرورت محسوس کر لی تھی۔"

"مجھے تو خیر اس پر بھی حیرت ہوئی تھی۔"

"کک... کس پر۔" اس کی آواز اب درخت کے پیچھے سے سنائی دی۔

وہ مسکرائے اور اس طرف دوڑے... ساتھ میں بولے۔

"اس پر کہ... ہم... مگر نہیں... آپ دوڑ کر آرہے ہیں... یا تو آپ وہیں رک جائیں... ورنہ پھر میں چھپ کر جواب دوں گی۔"

"ہمیں جواب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے۔" انہوں

نے دوڑنا جاری رکھا۔

یہاں تک کہ اس درخت تک پہنچ گئے... لیکن وہ اس کے پیچھے نہیں تھی... اب کہیں اور چلی گئی تھی...

"چلو اب تو جواب دو۔"

"تم لوگوں کو یہاں دیکھ کر مجھے حد درجے حیرت ہوئی تھی... میں نے فوراً بابا کو خبردار کر دیا تھا... لیکن وہ مار کھا گئے... ارے ہاں آپ نے بابا کا نام نہیں بتایا۔" وہ ہنسی۔

"یہ کیا مشکل ہے... ڈوگی۔"

"واہ... واہ... مان گئے۔" اس نے تالی بجا دی...

وہ اس درخت کی طرف دوڑے... جس کے پیچھے سے تالی بجانے کی آواز سنائی دی تھی... لیکن وہ اس کے پیچھے بھی نہیں تھی۔

"اب بتاؤ... پروگرام کیا ہے۔"

"ہم آپ کو پتا نہیں پکڑائیں گے... آپ کو یہیں ختم کر دیں گے... آپ کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ ادھر ہیں... سب کو اس تفریحی شہر کے بارے میں معلوم ہوگا... لہٰذا جب آپ اپنے شہر نہیں پہنچیں گے... تو آپ کو وہیں تلاش کیا جائے گا... اور وہاں آپ کا نام و نشان تک نہیں ملے گا۔"

"اور تم لوگ یہاں اپنا کام جاری رکھو گے... کیوں... یہی بات ہے نا۔"

"وہ تو صاف ظاہر ہے۔" لڑکی ہنسی۔

"تب پھر میں تمہارے پیچھے کیوں بھاگوں... تم خود میری طرف آؤ گی۔"

"وہ کیسے؟"

"ہمیں ختم کرنے کا پروگرام اگر ہے... تو آنا ہو گا۔"

"نہیں... میں بابوڈا کے پاس جا رہی ہوں... میں اور بابوڈا مل کر مقابلہ کریں گے... ڈوگی تو کیا کام ہے..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی... شاید وہ درختوں کی اوٹ لے لے کر سڑک کی طرف بڑھ رہی تھی۔

انہوں نے بھی اپنے اندازے کے مطابق سڑک کا رخ کیا... اور رفتار بھی کافی تیز رکھی... ایسے میں انہیں محمود، فاروق اور فرزانہ کا خیال آیا... خان رحمان اور پروفیسر داؤد کا خیال آیا... خان رحمان اور پروفیسر داؤد تو خیر دوڑ میں ان سے پیچھے رہ گئے تھے... البتہ بستی والوں سے بہت آگے تھے۔

انہوں نے منہ سے الو کی آواز نکالی... خان رحمان نے فوراً جواب دیا۔ انہوں نے پھر الو کی آواز نکالی... وہ پھر بولے... اس طرح جلد ہی دونوں ان تک پہنچ گئے...

"اس کا مطلب ہے... وہ نکل گئی۔" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔"

"آخر یہ کون لوگ ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔"

"یہ اس بستی کے ذریعے چپ چپاتے اپنا کام کر رہے ہیں اور حکومت کو کانوں کان پتا تک نہیں۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"لیکن کیا کام۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے... یہ لوگ ہمیں گھیر کر مارنے کے چکر میں ہیں... ہیں بھی انتہائی طاقت ور... اور تیز طرار... لہٰذا پہلے ہم ان سے نبٹ لیں... محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا... اس کا مطلب ہے... وہ اس کے ساتھی کے قابو میں ہیں... ویسے اس میں ان کا بھی کوئی قصور نہیں... ہمیں خطرے کا احساس بہت بعد میں ہوا ہے... میں نے رونی کو بہت دیر سے پہچانا۔" ان کے لہجے میں افسوس تھا۔

"رونی... کون رونی۔" خان رحمان چونک اٹھے۔

"ارے بھئی... ونتاس کی رونی کو بھول گئے... اور بابوڈے کو... اور ڈوگی کو۔"

"اوہ... اوہ... اب یاد آیا... ونتاس کی حکومت نے ہمارے پڑوسی ملک خانستان پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا... اور وہاں اپنی مرضی کے لوگوں کی حکومت قائم کر لی تھی... مرضی کے لوگوں میں یہ تین بھی شامل تھے... لیکن پھر خانستان کے کچھ جیالوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا... اور ان کے خلاف جہاد شروع کیا... ایک مدت تک یہ جہاد جاری رہا... آخر مسلمان ونتاس کے لوگوں کو اپنے ملک سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے... فرار ہونے والوں میں یہ تینوں بھی شامل

تھے... ہم ان کی تصاویر اخبارات میں اکثر دیکھتے رہے ہیں... میں یہاں اس لڑکی کے میک اپ زدہ چہرے کو دیکھ کر پہلے چونک ضرور گیا تھا... لیکن یہ بعد میں سمجھا کہ وہ رونی ہے۔"

"اف مالک... ان کا یہاں کیا کام... یہ تو دنکاس کے خطرناک ترین لوگ ہیں... اور انہی تینوں کے ذریعے تو دنکاس نے اپنی حکومت قائم کیے رکھی تھی۔" پروفیسر گھبرا کر بولے۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... یہ حد درجے خطرناک لوگ ہیں... دراصل خانستان کا ایک حصہ اب تک غداروں کے قبضے میں ہے... اس حصے کی مدد یہ لوگ برابر کر رہے ہیں... کیونکہ ان کے ذریعے وہ ایک بار پھر خانستان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں... لہٰذا آئے دن ان غداروں کو اسلحہ پہنچانا ان کی ذمے داری ہے... لہٰذا اس بستی کو درمیانی راستا بنایا گیا ہے... اب یہ اسی وقت ممکن ہے... جب اس بستی پر ان کا قبضہ ہو جاتا... چنانچہ یہاں کے اصولوں کے مطابق... بوڑھے کو سردار بنایا گیا... نشانہ بازی کا ماہر تو وہ تھا ہی... لہٰذا اس کے لیے مقابلہ جیتنا کیا مشکل تھا۔"

"لل... لیکن جمشید... اس بستی کے لوگوں نے غیر ملکی کو..."

"اوہو... میک اپ میں آئے تھے... ہمارے قومی لباس میں... جیسے میں بن گیا سردار۔" وہ ہنسے۔

"ہاں! اب بات سمجھ میں آئی۔" خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

"اور بستی کے لوگوں کو پتا تک نہیں چلا... کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

"نہیں... یہ کام رات کی تاریکی میں ہوتا ہوگا... سردار صاحب رات کو ہی اپنے ساتھی کے ساتھ بستی کے لوگوں کے دکھ درد معلوم کرنے کے بہانے گشت کرتے ہوں گے... اور اسلحے کی پیٹیاں لانے والوں کو راستا دیتے ہوں گے..."

"اف مالک... ہمارے دوست ملک کے خلاف سازش ہمارے ملک کے ایک حصے کے ذریعے ہو رہی ہے... اب اگر یہ بات خانستان کی مسلمان حکومت کو ہو جائے تو وہ یہ خیال کریں گے کہ ہم ان کے خلاف اس سازش میں شریک ہیں۔"

"ہاں! بالکل یہی بات ہے... لہٰذا ان تینوں کی گرفتاری بہت ضروری ہے... ورنہ یہاں ناکام ہونے کی بعد یہ لوگ یہی پروپیگنڈہ کریں گے... کہ پاک لینڈ انہیں اسلحہ پہنچا رہا ہے۔"

"اف مالک! یہ الزام بہت خوفناک ہے۔"

ایسے میں چند فائر ہوئے... گولیاں ان کے سروں پر سے گزر گئیں... پھر رونی کی چیختی آواز سنائی دی۔

"تم چاروں طرف سے گھر چکے ہو انسپکٹر جمشید... اب فرار کا کوئی راستا نہیں رہ گیا... لہٰذا ہاتھ اوپر اٹھا دو... اسی میں بہتری ہے... ورنہ ہم فائرنگ کر دیں گے۔"

☆...☆...☆

کیا!!!

فاروق نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا... جیسے سوچ رہا ہو... اب کیا کرے... ایسے میں محمود نے بلند آواز میں کہا۔

"ہماری فکر نہ کرو فاروق... وہ کام بہت ضروری ہے... جو ابا جان نے ہمارے ذمے لگایا ہے۔"

"ہاں بالکل فاروق شاباش۔" فرزانہ بولی۔

"تب پھر... یہ دونوں رخصت ہوئے اس دنیا سے... میں انھیں گولی مار رہا ہوں۔"

"نن نہیں... میں... میں سامنے آ رہا ہوں۔"

"خبردار فاروق... بزدل کہیں کے... سامنے آ کر تم کیا تیر مارو گے... ہمارے ساتھ تم بھی جان سے جاؤ گے... ہم تو مارے جائیں گے... تم بھی بے فائدہ موت کے منہ میں آ جاؤ گے... کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ تم ہماری فکر نہ کرو... اور وہ کام کرو، جس کا حکم ملا ہے... اس طرح صرف ہم دونوں اپنی جانوں سے جائیں گے... لیکن کام تو نہیں رکے گا..."

"ہت... تم ٹھیک کہتے ہو... واقعی..." فاروق کی آواز سنائی

دی۔

"شاباش اب تم نے ٹھیک بات کی..."

"خبردار... میں انھیں گولی مار رہا ہوں۔" سیاہ پوش گرجا۔

فاروق کی طرف اب کوئی جواب نہ ملا... یہ دیکھ کر محمود ہنسا۔

"اب وہ تمہاری باتوں میں نہیں آئے گا... بلکہ گیدڑ بھبکی میں نہیں آئے گا۔"

"اچھا... تو یہ گیدڑ بھبکی ہے۔" وہ غرایا۔

"ہاں بالکل... یہ گیدڑ بھبکی ہے..."

"خیر... تم دونوں تو پہلے ہی بندھے ہوئے ہو... تم کہاں بھاگے جا رہے ہو... اب پہلے ہم اسے پکڑیں گے... دوڑ لگا دو بھئی... سڑک کی طرف اور دور دور تک پھیل جاؤ... جہاں سے بھی وہ سڑک پر آئے... بس پکڑ کر لے آؤ۔"

"اوکے سر... آپ فکر نہ کریں۔" کئی آوازیں ابھریں۔

پھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی... جلد ہی خاموشی چھا گئی... سیاہ پوش ان کے پاس آ کھڑا ہوا... دونوں کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹیں تھیں... جیسے کہہ رہے ہوں... بس بھیج دیا ہمیں دوسری دنیا میں۔

"گھبراؤ نہیں... تینوں کو ساتھ ہی بھیجیں گے... بلکہ پیچھے کے پیچھے کو۔"

"شکریہ... بہت بہت۔"

اچانک دوڑتے قدموں کی آواز پھر سنائی دی... لیکن اس بار آواز نزدیک آرہی تھی...

"ارے! یہ کیا... اس قدر جلد لے آئے یہ تو۔" سیاہ پوش ہنسا۔

"نن... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" محمود بوکھلا کر بولا۔

"تم ہمارے ساتھیوں سے واقف نہیں... اور پھر اس بستی پر تو اس وقت آخر میرے ساتھیوں کا قبضہ ہے..."

"لیکن اب نہیں رہے گا... اس لیے کہ اب سردار کوئی اور ہے۔"

"اس کی سرداری آج ہی ختم ہو جائے گی... فکر نہ کرو۔"

ایسے میں دوڑنے والے نزدیک آگئے...

"سس... سر۔" وہ سیاہ پوش کو دیکھ کر رک گئے اور کچھ کہنا چاہا۔

"کیا بات ہے... تم بستی کو چھوڑ کر ادھر کیوں آئے ہو۔" سیاہ پوش غرایا۔

"کیا... کیا انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ادھر نہیں پہنچے اب تک۔"

"نن نہیں... کیا مطلب؟" سیاہ پوش چونکا۔

"وہ مارا۔" فرزانہ چلائی۔

"خبردار... خاموش رہو... تلاش کرو... وہ ادھر ہی کہیں ہیں۔" سیاہ پوش نے بوکھلا کر کہا۔

"مزا آگیا۔" محمود نے چہک کر کہا۔

"میں نے کہا ہے... خاموش رہو۔" وہ سرد آواز میں بولا۔

"اچھی بات ہے... اب ہم نہیں بولیں گے، لیکن آپ ہمیں کب تک نہیں بولنے دیں گے۔"

"گڑبڑ ہوتی نظر آتی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور جلدی جلدی کسی سے خفیہ الفاظ میں بات کرنے لگا... ایسے میں محمود اور فرزانہ کو اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا... ساتھ ہی محمود نے محسوس کیا کہ جوتے کی ایڑی سے چاقو نکالا گیا ہے... وہ بے سدھ پڑے رہے... پھر ان کی رسیاں کٹنا شروع ہو گئیں... ادھر سیاہ پوش اپنی بات چیت میں الجھا ہوا تھا... آخر کسی نے انھیں ہلایا... یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ رسیاں مکمل طور پر کٹ چکی ہیں... اب انھوں نے گھوم کر دیکھا... وہ فاروق تھا... تینوں مسکرا دیے...

ادھر سیاہ پوش نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

"اب میں دیکھوں گا... انسپکٹر جمشید کیا کرتے ہیں میرے مقابلے میں... ارے... یہ کیا... یہ... یہ دونوں کہاں چلے گئے... ارے باپ رے... یہ رسیاں کس طرح کٹ گئیں..."

وہ بری طرح چکرا گیا اور جلدی جلدی ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے لگا... لیکن وہ دونوں اسے نظر نہ آئے... ایسے میں ایک بھاری پتھر اس کے سر پر لگا... وہ دھب سے گرا... اٹھ رہا تھا کہ دوسرا پتھر دائیں کندھے پر لگا... اور اسی وقت تیسرا پتھر بائیں گھٹنے پر لگا... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی... سر سے خون بہنے لگا... پھر تو اس پر گویا پتھروں کی بارش شروع ہو گئی... یہاں تک کہ اس کی چیخیں دم توڑ گئیں۔

"کیا خیال ہے... بس کر دیں۔"

"نہیں... یہ لوگ بہت خطرناک ہیں... جب تک اس کے جان سے جانے کا یقین نہ ہو جائے... پتھروں کی بارش جاری رہے گی۔" فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"کہیں ابا جان ناراض نہ ہو جائیں۔" محمود نے کہا۔

"نہیں ہوں گے... جاری رکھو۔" فرزانہ نے کہا اور اس کے سر کا نشانہ لے کر ایک پتھر اور پھینکا... انہوں نے بھی پتھراؤ جاری رکھا... یہاں تک کہ وہ انہیں مردہ محسوس ہونے لگا۔

"محمود... ذرا الو کی آواز منہ سے نکالنا۔"

"اوہ ہاں... پہلے جب ابا جان نے منہ سے الو کی آواز نکالی تھی تو ہم جان بوجھ کر خاموش رہے تھے... ورنہ اس طرح سیاہ پوش چونک اٹھتا... اور ان پر چھپ کر وار کرنے کی کوشش کرتا..."

"ہاں! لیکن اب ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

محمود نے منہ سے الو کی آواز نکالی... جلد ہی انہوں نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو اس طرف آتے دیکھا۔

"اوہ... یہ... یہ کون ہے۔"

"ان سب کا کرتا دھرتا۔"

"اوہ... لیکن ابھی وہ باقی ہے... وہ لڑکی... یعنی روبی۔" خان رحمان بولے۔

"روبی... یہ کیا نام ہوا۔"

"ان کے نام روبی، بابر اور ڈونگرے ہے... یہ وٹناس کے آدمی ہیں... وٹناس سے اسلحہ خانستان کے غداروں کو پہنچاتے ہیں... تاکہ خانستان میں اسلامی حکومت مضبوط نہ ہو سکے۔"

"اوہ... اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

"لیکن جمشید کہاں ہے۔"

"وہ... وہ تو ابھی تک ادھر نہیں آئے۔"

"وہ روبی کے تعاقب میں تھے... اور لگتا ہے... روبی ان کے ہاتھ آنے والی نہیں ہے۔"

"بوڑھا کہاں گیا۔"

"بوڑھا بستی کے لوگوں کے قبضے میں ہے... اس کی فکر نہ کرو... اصل پریشانی روبی کی ہے... اگر وہ ان کے ہاتھ لگ جاتی ہے تو بات ختم۔"

"نن نہیں... نہیں۔" محمود نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"کیا نہیں..."

"بات ختم نہیں ہو گی اس طرح۔"

"کیا مطلب۔"

"یہ ٹرانسمیٹر پر کسی کو صورت حال بتا چکا ہے... اور کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے..."

"تب پھر اب ہم موبائل پر خفیہ فورس سے رابطہ کر سکتے ہیں۔"

انہوں نے ذرا آگے بڑھ کر سیاہ پوش کی تلاشی لی... اور جلد ہی اپنے موبائل تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے... بس پھر کیا تھا... فوری طور پر خفیہ فورس سے رابطہ ہو گیا... محمود نے جلدی جلدی صورت حال بتائی اور فون بند کر دیا۔

"اب ہم اطمینان کا سانس لے سکتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" انہوں نے روفی کی آواز سنی۔

وہ بری طرح اچھلے... روفی ایک درخت کی اوٹ سے نکل کر ان کے سامنے اچانک آئی تھی پھر اس کی نظریں سیاہ پوش پر پڑیں... وہ بہت زور سے اچھلی۔

"یہ... یہ کیا... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کیوں... کیا بات ہے... کیا نہیں ہو سکتا۔"

"یہ... یہ کیسے ہو گیا... یہ تو سو آدمیوں پر بھاری ہیں۔"

"او ہو اچھا... یہ تو ہمیں معلوم نہیں تھا۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"چلو اب تو معلوم ہو گیا... اب میں تم لوگوں کو مزا چکھاؤں گی... تیار ہو جاؤ۔"

"ابھی ابھی تو ہم ان سے فارغ ہوئے ہیں... کچھ دیر تو دم لینے دیں ہمیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اب تم مشکل ہی دم لے سکو گے..."

"تین میں سے دو کو ہم بیکار کر چکے ہیں... اب آپ رہ گئی ہیں... آپ کتنی دیر ٹھہر سکیں گی ہمارے مقابلے پر... آ جائیں... ہو جائیں دو دو ہاتھ۔"

"نہیں محمود۔" ایسے میں انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی

"واہ... خوب مزا آئے گا۔"

اسی وقت انسپکٹر جمشید سامنے آ گئے... ان کے چہرے پر پُرسکون مسکراہٹ تھی... سیاہ پوش کی لاش دیکھ کر یہ مسکراہٹ گہری ہو گئی...

"تم لوگوں کا یہ کارنامہ خوب رہا۔ شاباش کے حق دار ہو۔"

"تو دے دیں نا... دیر کس بات کی۔"

"ابھی نہیں... اس سے دو دو ہاتھ کر لوں ذرا۔"

"مطلب یہ کہ آپ کریں گے دو دو ہاتھ... تیاری تو ہم نے کی تھی..."

"نہیں... تم چوٹ کھا جاؤ گے... یہ محترمہ کچھ زیادہ ہی تیز ہیں۔"

"یہ سیاہ پوش کچھ کم تو نہیں تھے۔"

"ہاں! اس پر حیرت ہے... لیکن روئی سے مقابلہ میں کروں گا۔"

"بابا ٹرانسمیٹر پر موجودہ صورت حال کی اطلاع دے چکا ہے۔"

"تب ہمیں جنگ کی تیاری کرنا ہو گی... کیا تم فورس کو اطلاع دے چکے ہو۔"

"جی... ہاں! لیکن ایسا ابھی چند منٹ پہلے ہی ہوا ہے۔"

"اوہ نہیں..."

ان کے لہجے میں خوف تھا...

"کک... کیا ہوا ابا جان۔"

"میں نے تو تمہیں بہت پہلے بھیج دیا تھا۔"

"سیاہ پوش نے ہمارا راستا روک لیا تھا۔"

"اوہ نہیں... یہ لوگ تو یہاں سے چند منٹ کے فاصلے پر ہیں... ان کی فوج تو پھر آتی ہی ہو گی۔"

"کیا!!!"

وہ چلا اٹھے... ساتھ ہی ڈالی نے ان پر چھلانگ لگا دی۔

☆...☆...☆

منگل

"فوج تو جب آئے گی... آئے گی انسپکٹر جمشید... پہلے تم مجھ سے مقابلہ کر لو... تم لوگوں کے لیے تو میں ہی کافی ہوں۔"

یہ الفاظ اس نے چھلانگ لگاتے ہوئے کہے تھے... اور پھر وہ اس بری طرح انسپکٹر جمشید سے ٹکرائی تھی کہ وہ اچھل کر دور جا گرتے نظر آئے... ساتھ ہی وہ ساکت ہو گئے...

انہوں نے بوکھلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... لیکن ان کے پاس اس کا بھی وقت کہاں تھا... روئی تو دوسری چھلانگ لگا چکی تھی... اور اس بار محمود سے ٹکرائی تھی... محمود کی سیدھ میں فاروق کھڑا تھا... لہٰذا وہ بھی لپیٹ میں آ گیا... وہ دھڑام سے گرے اور پھر نہ اٹھ سکے...

"ارے باپ رے... انکل جلدی سے کچھ کریں۔" فرزانہ چلائی۔

"اچھی بات ہے۔" یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے جیب سے کچھ نکالنا چاہا... لیکن اسی وقت ان کے سر پر اس کا پاؤں لگا۔

کمال کی اچھل کود کر رہی تھی... بس یوں لگتا تھا جیسے جلی

کوند رہی ہو۔ ایک پل میں ادھر تو دوسرے پل میں ادھر... ابھی پروفیسر گرے تھے کہ وہ فرزانہ کے جسم سے ٹکرائی... فرزانہ اونچی اچھلی... اس نے فرزانہ کو دونوں ہاتھوں پر روکا اور اونچا اچھال دیا... فرزانہ بالکل سیدھی اوپر گئی... پھر جونہی زمین پر گری... اس نے ایک ٹھوکر اس کے پہلو میں رسید کر دی... فرزانہ کے منہ سے چیخ نکل گئی...

اب میدان میں صرف خان رحمان رہ گئے... وہ ان کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی اور مسکرا کر بولی:

"آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

"وہی... جوان کا۔" وہ بولے۔

"آپ کی آنکھوں میں خوف نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"میں ایک فوجی ہوں..." انھوں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہ لیں۔"

یہ کہہ کر اس نے سیدھا ہاتھ ان کے سینے پر مارا... وہ فوراً جھک گئے... ہاتھ سینے کے بجائے... ان کے کندھے پر لگا... انھیں یوں محسوس ہوا جیسے کندھے میں کوئی تیز دھار والا آلہ داخل ہو گیا ہو۔

ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... اور پھر وہ گرتے چلے گئے۔

"اٹھ جائیں میجر... اب اور ڈراما نہ کریں۔" رونی نے

ر کہا۔

"ہا ہا ہا۔" سیاہ پوش کا قہقہہ گونج اٹھا... ان میں سے جو تھوڑے بہت ہوش میں تھے... ان کے ہوش اس قہقہے نے بالکل اڑا دیے... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بابڈا ابھی زندہ ہے... نہ صرف زندہ ہے بلکہ وہ تو زخمی ہوا ہی نہیں تھا... ڈراما کر رہا تھا۔

"اگر تم نہ آ جاتیں تو میں اس ڈرامے کو ابھی اور طول دیتا... چلو خیر... ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے، چلے تھے... میجر بابڈا کو فتح کرنے... یہ کیا جانیں... یہ لوگ میجر بابڈا... کیپٹن رونی اور کرنل ڈوگرے کو کبھی بھی شکست نہیں دے سکتے... کرنل ڈوگرے ابھی تک نہیں پہنچے۔" یہ کہہ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا... اٹھ کر وہ پہلے کھڑا ہو چکا تھا۔

"میں آ چکا ہوں..."

انھوں نے بوڑھے سردار کی آواز سنی... اب تو مارے حیرت کے ان کی حالت خراب ہو گئی...

"ان سب کو باندھ دیا جائے... فوج کے آنے سے پہلے ہی ہمیں اپنا کام پورا کر لینا چاہیے... اس کے بعد فوج کو اس طرح مقرر کرنا ہے کہ ان کی خفیہ فورس کے پرخچے اڑ جائیں... اور انھیں ہوش میں بھی لایا جائے... تاکہ ہم انھیں حیرت کے سمندر میں غرق ہوتے بھی دیکھ سکیں اور قہقہے لگا سکیں۔"

"اوکے سر۔"

نہ جانے کس کس سمت سے مسلح افراد نکل نکل کر ان کے آس پاس جمع ہو گئے اور لگے انھیں بری طرح باندھنے... ایسے میں بوڑھے نے کہا:

"بھئی بہت احتیاط سے باندھنا... یہ لوگ رسیاں کاٹ ڈالنے یا کھول لینے کے بھی بہت ماہر ہیں۔"

"آپ ان لوگوں کو گھیر ڈال کر اس طرف کیسے لے آئے۔" ایک باندھنے والے نے کہا۔

"اس کے لیے بہت پہلے منصوبہ بندی کر لی گئی تھی۔" بابو ہنس پڑا۔

انھیں مکمل طور پر باندھ دیا گیا... پھر ہوش میں لایا گیا... کچھ تو ہوش میں تھے ہی... اب سب مکمل طور پر ہوش میں آ گئے۔ اس وقت بوڑھے سردار نے کہا۔

"ان کی فورس کے آنے میں کتنا وقت باقی ہے۔"

"قریباً دو گھنٹے لگیں گے۔" بابو بولا۔

"اور ہماری فوج آ چکی ہے... اول تو بستی کے لوگ ہی کیا کم ہیں۔"

"کیا مطلب... بستی لوگ۔" خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

"ہاں! اے بے وقوف لوگو... اس بستی کے لوگ... بوروں کی بستی اب مسلمانوں کی بستی نہیں رہ گئی... ہم ا[illegible] بستی کے تمام مسلمانوں کو پہلے ہی ختم کر چکے ہیں اور اب دنیا[illegible]

بازن طین کے لوگ بوروں کی بستی کے رہائشی ہیں... کیونکہ یہی لوگ ادھر کا اسلحہ اپنے ساتھیوں تک پہنچا سکتے ہیں... جو خالستان کے مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں۔"

"نن... نہیں... نہیں۔" انسپکٹر جمشید مارے خوف کے بولے۔

"اب تم موت سے ڈر رہے ہو..." رونی ہنسی۔

"یہ بات نہیں... میں اپنی خفیہ فورس کے لیے پریشان ہوں... ان لوگوں کو گویا خود ہم نے موت کے منہ میں بلایا ہے۔" انھوں نے کانپتی آواز میں کہا۔

"اس میں تو خیر کوئی شک نہیں... اور اب ماتم کرو اپنی بے وقوفی کا۔"

"ہم لوگ ماتم نہیں کرتے... ماتم حرام ہے... کسی کے مرنے پر بھی ہم تو بس صبر کرتے ہیں... آنکھوں سے آنسو بھی خاموشی سے بہاتے ہیں... آواز سے رونے... بین کرنے... بال نوچنے چیخنے چلانے سے ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے منع فرمایا ہے۔"

"یہ کیا ذکر لے بیٹھے تم۔" بابو اچھل اٹھا۔

"شاید تمھیں برا لگا... اس کا مطلب ہے... تم ونا سی نہیں ...بازن طینی ہو۔"

"یہ... یہ کیسے اندازہ لگایا تم نے۔" وہ زور سے اچھلا۔

"ایسے ذکر پر... ایسی باتوں پر چڑنا بازن طینیوں کا کام ہے۔"

"ختم کرو... ہم تمہاری ایسی باتیں نہیں سن سکتے... ان کے منہ پر ٹیپ چپکا دو... سب کے منہ پر... تاکہ یہ منہ سے آواز بھی نہ نکال سکیں..." بابڑا نے بلند آواز میں کہا۔

"او کے سر۔"

پھر ان سب کے منہ پر ٹیپ چپکا دی گئی۔

"اب تم صرف سنو گے... آج کا دن تمہارے لیے صرف سننے کا دن ہے... سنانے کا نہیں... اور پھر سننے کے بعد چپ چاپ مر جانے کا... کیوں... یہ کیسی کامیابی ہے... ہم تم لوگوں کو ادھر گھیر کر لائے ہیں... دارالحکومت میں کچھ اخبارات اور رسالے شائع ہو رہے ہیں... یہ ہمارے اپنے ہیں... وہ خفیہ طور پر ہمارے لیے کام کر رہے ہیں... ان میں ہم نے ایسی خبریں شائع کرائیں کہ انسپکٹر جمشید کے کان کھڑے ہو گئے... وہ محسوس کرنے لگے... بوروں کی بستی میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے... لہٰذا اس کا جائزہ لینا چاہیے... چنانچہ اپنی عادت کے مطابق انسپکٹر جمشید تم نے یہاں کا پروگرام خفیہ طور پر بنایا، اپنے ساتھیوں کو بالکل بے خبر رکھا۔ بلکہ سیر کا پروگرام بھی تو ان کی طرف سے ترتیب دیا گیا۔ جگہ کا نام ضرور تم نے تجویز کیا... لو گاڑی خود تم چلا رہے تھے... لہٰذا اس جگہ سڑک پر تم نے جان بوجھ کر گاڑی میں کوئی خرابی پیدا کر دی... اور اتر آئے... ہمیں تو پہلے ہی شہر سے رپورٹ مل چکی تھی کہ شکار آ رہے ہیں... لہٰذا ہم نے پوری طرح ڈراما کرنے کا پروگرام ترتیب دے ڈالا... بس ذرا لطف لینے

کے لیے۔ ورنہ... جب تم گاڑی سے اتر کر جنگل کی طرف آئے... تو کیا ان درختوں پر بیٹھے ان گنت لوگوں کی گولیوں سے تم بچ سکتے تھے... اس لیے کہ ہمارے پاس تو اسلحہ بھی بھاری مقدار میں موجود ہے... ہم چند راکٹ لانچر چلاتے اور آپ لوگوں کے چیتھڑے اڑ جاتے... لیکن ہم نے سوچا... ذرا مزہ رہے گا... ایسا کھیل انسپکٹر جمشید دوسروں سے کھیلتے ہیں... آج کیوں نہ ہم ان سے کھیلیں... چنانچہ ہم نے تم لوگوں کے ساتھ کھیل کھیلا... اب دیکھ لو... چاروں طرف بوروں کی بستی کے لوگ تمہارے سروں پر کھڑے ہیں... یہ ہمارے ایک اشارے کے منتظر ہیں... تم لوگوں کی بوٹیاں نوچ لیں گے... لیکن ابھی نہیں... انسپکٹر جمشید... ہم چاہتے ہیں... مرنے سے پہلے تم اپنی خفیہ فورس کا انجام بھی سن لو۔"

"لیکن..." انسپکٹر جمشید کی آواز گونج اٹھی۔

"لیکن کیا؟" بابڑا بولا۔

"لیکن... تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت کیا تھی۔"

"تم لوگ ونتاس کی نظروں میں بہت چبھتے ہو... اور اس سے زیادہ بازن طین حکومت کی نظروں میں اور اس سے بڑھ کر انشارجہ، ہیگال اور شارجستان کی نظروں میں... یہ سب طاقتیں صرف اور صرف تمہاری موت چاہتی ہیں۔"

"تو کیا یہ بات حیرت کی نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کون سی بات؟" بابڑا نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ اتنی طاقتیں صرف اور صرف ہماری موت چاہتی ہیں اور ہم پھر بھی اللہ کی مہربانی سے زندہ سلامت ہیں۔"

"اسی لیے تو یہ پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔"

"اللہ کی مہربانی سے ہم زندہ ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"ہمارے پروگرام کی وجہ سے۔" روتی نے طنزیہ کہا۔

"خیر خیر... دیکھا جائے گا۔"

"اب تم کیا دیکھو گے... دیکھنا ہے تو ہماری فوج کا یہاں سے گزرنا دیکھو... پوری فوج کو ان کے سامنے سے گزار کر سڑک کی طرف لے جایا جائے... اور سڑک کے دونوں طرف درختوں کی اوٹ میں اس طرح پوزیشن لی جائے کہ اپنا ایک آدمی بھی ضائع نہ ہو اور خفیہ فورس کا ایک آدمی بھی نہ بچ پائے۔"

"ایسا ہی ہو گا سر۔" ایک بولا۔

ایسے میں چند ہوائی فائروں کی آوازیں سنائی دیں۔

"فوجی آگئے سر۔"

"ٹھیک ہے... تم لوگ جاؤ... اور انہیں ہدایات دو... اچھی طرح سمجھا دو۔"

"اور آپ... ان کے پاس رہیں گے۔" ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں... کیا یہ اس حالت میں بھی خطرناک ہیں۔"

"ہاں سر... یہ ہر حالت میں خطرناک ہیں... بس مردہ

حالت میں یہ خطرناک نہیں ہیں۔"

"تم فکر نہ کرو... ہم آج ان کی ساری خطرناکی نکال دیں گے... اس سے زیادہ برے یہ کب پھنسے ہوں گے۔"

"او کے... سر۔"

اور پھر انہوں نے فوج کے گزرنے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا... وہ اس قدر جدید اسلحے سے لیس تھے کہ ان لوگوں نے اس جیسا اسلحہ ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔

"جمشید... فورس کا کیا بنے گا۔" خان رحمان نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

"اللہ مالک ہے۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"ہاں واقعی... اللہ مالک ہے۔"

"اگر ان کا وقت آگیا ہے اور ہمارا وقت آگیا ہے... تو ہم کر ہی کیا سکتے ہیں... اس موقعے پر ایک واقعہ یاد آگیا... نبی کریم ﷺ کے زمانے کا واقعہ... وہ سن لو... دلوں کا ڈھارس ہو گی۔"

"ضرور سنائیں... یوں بھی اس وقت ہمیں کوئی کام نہیں ہے... بلکہ ہم اس وقت کوئی کام کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔" محمود نے کہا۔

"ہاں ضرور... کیوں نہیں... سنو... حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چند لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ... ہماری بستی ابھی ابھی اسلام لائی ہے... ہمیں دین

کی تعلیم کی بہت ضرورت ہے... ہم سب کو بالکل کچھ معلوم نہیں... لہٰذا آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ لوگوں کو بھیج دیں... جو ہمیں دین سکھا سکیں... آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کی اور ان کے ساتھ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیج دیا... جب کہ یہ لوگ ابھی کافر تھے اور دھوکا دینے کی نیت سے آئے تھے... اپنے علاقے میں پہنچ کر انہوں نے ان ستر صحابہ کرام کو گھیر لیا اور قتل کر ڈالا... ان ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا آپ ﷺ کو حد درجے رنج ہوا... آپ ﷺ نے ان کے قاتلوں کے لیے مسلسل بد دعا فرمائی... یہ واقعہ بیر معونہ کے قریب پیش آیا... یعنی مسلمان حضرات کو معونہ نامی کنویں کے پاس شہید کیا گیا... لہٰذا سیرت کی کتابوں میں اسے بیر معونہ کا واقعہ لکھا جاتا ہے... تو دیکھو... ایسا بھی ہوا ہے... اگر آج دھوکے سے ہماری فورس کو شہید کر دیا تو ہم بیر معونہ کے شہداٗ کو یاد کر کے صبر کریں گے۔"

"ارے بھائی.. تم صبر کرنے کے لیے کب زندہ رہو گے۔"

بوڑھا سردار ہنسا۔

وہ فوج کو گزرتے دیکھتے رہے... تعداد میں بھی وہ فورس سے کئی گنا تھے اور پھر درختوں کی اوٹ میں پوزیشن لیے ہونے کی صورت میں فورس کے بچ جانے کا امکان ایک فیصد بھی نہیں رہ گیا تھا...

انہیں اپنے دل بیٹھتے محسوس ہوئے۔

"ابھی تک ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... آخر مسٹر بابو ابھارے

پتھروں سے زخمی کیوں نہیں ہوئے... اور وہ جو خون بہتا رہا تھا... وہ کیا تھا۔"

"وہ سب ڈراما تھا... خوشی حاصل کرنے کا ڈراما... میرے ہم پروف لباس کے ساتھ جانوروں کے خون کی تھیلیاں بھی موجود تھیں... پتھر لگنے سے وہ تھیلیاں پھٹی تھیں۔"

"اوہ اوہ... اتنا کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تم لوگوں سے ہم نفرت ہی اس حد تک کرتے ہیں... کہ جتنے بڑے بڑے ڈرامے کر ڈالیں... کریں۔"

"حد ہو گئی..." فاروق جل گیا۔

"وہ تو ابھی ہو گی۔"

"کوئی پروا نہیں... لیکن ایک بات تم لوگ بھی لکھ لو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لکھ چکے ہیں... بلکہ تیاری بھی کر چکے ہیں۔" بابو ابھارا۔

"کیا مطلب... میں نے بات بتائی نہیں... تم نے لکھ کیسے لی۔" وہ اور حیران ہو کر بولے۔

"بس... دیکھ لو... اگر دیکھنا چاہتے ہو۔"

"بس... میں کچھ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"تمہاری مرضی۔"

اور پھر فوج تمام کی تمام گزر گئی... اس وقت بابو ابھارا نے کہا۔

"کیا خیال ہے... انسپکٹر جمشید... کیا تمہاری بے خبر خفیہ

فورس اس فوج کا مقابلہ کر سکے گی... جب کہ یہ ہوں گے بھی درختوں کی اوٹ میں... اور اس سڑک پر درخت بے تحاشہ ہیں۔"

"ہم کچھ نہیں کہہ سکتے... مستقبل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔"

"لیکن ہم تمہیں بتا سکتے ہیں..."

"کیا بتا سکتے ہیں۔" انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"ٹھیک ایک گھنٹے میں فورس یہاں پہنچے گی... اور سب کی سب ایک ہی وقت میں ہمارے فوجیوں کا نشانہ بن جائے گی... وہ اس طرح کہ فوجی سڑک پر دور بہت دور تک پھیلتے جا رہے ہیں... فورس کی آخری گاڑی جب آخری فوجی تک پہنچے گی... تب وہ اس طرف کے پہلے فوجی کو اشارہ دے گا... بلکہ یہ اشارہ سب کے لیے ہو گا... اس وقت... ایک ہی وقت میں پوری فورس کو نشانہ بنا ڈالا جائے گا۔"

"نن... نہیں۔"

انسپکٹر جمشید کی چیخ میں بلا کا خوف سمٹ آیا۔

"اور انسپکٹر جمشید... یہ بھی سن لو... اس پروگرام کی ریہرسل پہلے ہی کر لی گئی ہے... یہ سب ہمارے پروگرام کے عین مطابق ہو گا۔"

"نن... نہیں۔" وہ پھر چلائے...

"ہاں بالکل... اب تک ہر کام ہمارے پروگرام کے عین مطابق ہوا ہے... لو... دیکھ لو... ہم نے تمہارے لیے جنگل میں منگل کا پروگرام ترتیب دیا ہے... جنگل میں ایک ویڈیو فلم دیکھنا شروع

کرو... تاکہ یہ ایک گھنٹا گزارنا تمہارے لیے مشکل نہ ہو... یہ فلم تمہیں بتائے گی... کہ ہم نے کیا پروگرام ترتیب دیا تھا... اس پروگرام کی ایک ایک تفصیل اس فلم میں نظر آئے گی... یہاں تک کہ آخری سین فورس کی تباہی کی تفصیل بھی تم دیکھ سکو گے۔"

"فف... فورس کی تباہی۔" فاروق چلا اٹھا۔

"کیوں... ہے نا یہ کسی ناول کا نام۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نن... نہیں... نہیں... نہیں۔"

وہ سب چلا اٹھے... ایسے میں بابا کی جیب میں رکھے ٹرانسمیٹر پر ٹوں ٹوں کی آواز گونج اٹھی... وہ زور سے چونکا۔

☆...☆...☆